6558

جملہ حقوق محفوظ ہیں

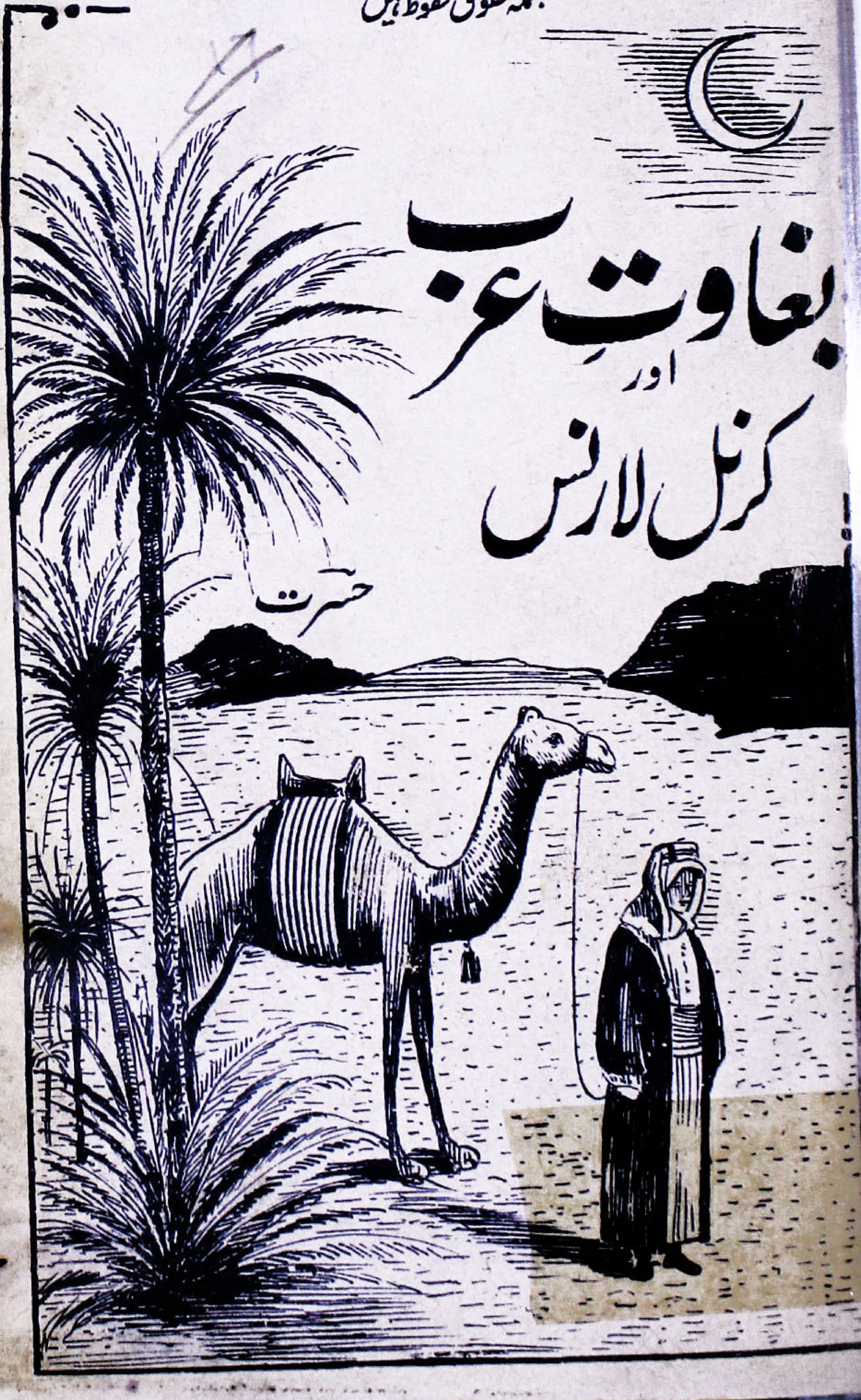

بغاوتِ عرب اور کرنل لارنس

حسرت

Marfat.com

بغاوتِ عرب اور لارنس

یعنی

ترکانِ عثمانی سے شریف حسین کی بغاوت اور کرنل لارنس کے کارناموں کا تذکرہ

مؤلفہ

مولانا چراغ حسن صاحب حسرت

جسے

باخذ حقوق دائمی منشی تہور علی خاں نے اپنے

اُردو کتب خانہ لاہور سے شائع کیا

بار اول تعداد ۱۰۰۰ قیمت ایک روپیہ

ذخیرہ

Marfat.com

135836

Marfat.com

فہرست

تصاویر

(۱) کرنل لارنس عربی لباس میں
(۲) کرنل لارنس فوجی وردی میں

نقشے

(۱) نقشہ عربستان
(۲) نقشہ حجاز ریلوے

مقدمہ از مولانا عبدالمجید خاں صاحب سالک مدیر روزنامہ "انقلاب" لاہور

تمہید

پہلا باب

عرب و غرب ۱
مشرق کی روحانی فتح
غلط بیانیاں
فتنۂ تاتار
ہسپانی مسلمان

دوسرا باب

شریف حسین اور ترک ۷
نصاریٰ کے حوصلے
محمد بن العون
انجمن اتحاد و ترقی
حرکت وطنیہ
شریف حسین کے مطالبات

تیسرا باب

بغاوت عرب کے اسباب و علل ۱۲
پان اسلامزم
اتحاد تورانی

Marfat.com

چوتھا باب

شریف حسین کی حیلہ سازیاں ۱۹

انقلابی تحاریک

سازش کا انکشاف

فیصل قسطنطنیہ میں

انور و جمال کے قتل کی سازش

شریف حسین کا پیغام

بغاوت کا اعلان

مکہ معظمہ اور جدہ پر حملے

مدینہ سے پسپائی

پانچواں باب

ٹامس ایڈورڈ لارنس ۲۷

تعلیم

سیاحت

بغداد ریلوے

مس گرٹروڈ بل

چھٹا باب

لارنس ایک جاسوس کی حیثیت میں ۳۲

پُراسرار اعمال

میسوپوٹیمیا میں

ساتواں باب

لارنس ایک شامی عرب کے لباس میں ۳۸

فیصل سے ملاقات

لارنس کی تقریر

آٹھواں باب

الوجہ کی تسخیر ۴۳

قبائل کی جنگ

نواں باب

بغاوت کی کامیابی کا پہلا رخ ۴۸

جعفر پاشا

لارنس کی تجویز

دسواں باب

صحرائے عرب کا سفر ۵۵

خفیہ معاہدہ

لارنس زنانہ لباس میں

گیارھواں باب

سقوط عقبہ ۶۰

ترکوں سے ذلت آفریں سلوک

بارھواں باب

فیصل کی مہم ۶۲
لارنس مدینہ میں
بیت المقدس میں فاتحانہ داخلہ
لارنس کے رفقا
عمان و معان
لارنس بادیگر عورتوں کے بھیس میں
حملے کی تیاریاں

تیرھواں باب

تسخیر بداعہ ۷۳
قتل عام
عربوں کی سفاکی

چودھواں باب

فتح دمشق ۷۹
عبدالقادر الجزائری

پندرھواں باب

مجلس صلح ۸۳
غداری کا صلہ

سولھواں باب

"شا" اور کرم شاہ ۸۷
لارنس صیغۂ پرواز میں
پھر صیغۂ پرواز میں
پیر کرم شاہ
پُراسرار مراجعت
فتنۂ افغانستان اور لارنس
لاول ٹامس
لارنس کے موجودہ مشاغل

سترھواں باب

لارنس کی سیرت پر ایک اجمالی نظر ۹۷
عادات
علمی استعداد
لارنس مصنف کی حیثیت میں
مذہبی عقائد
ذہانت
عسکری قابلیت
شجاعت

Marfat.com

Marfat.com

مقدّمہ

از حضرت سالکؔ مدظلہٗ مدیرِ "انقلاب" لاہور

زبانِ اُردو کا دامن جہاں اَور بہت سی اچھی چیزوں سے خالی ہے۔ وہاں سیاسی تالیفات کے اعتبار سے بھی اس کی بے مائگی بہت نمایاں ہے۔ اخبارات اُٹھا کر پڑھئے تو معلوم ہوگا۔ کہ اہلِ ہند سیاسیات میں سرتاپا مستغرق ہیں۔ اور ان کو اس کے سوا دنیا میں اَور کوئی کام نہیں۔ لیکن کتب خانوں میں اردو کی سیاسی کتابیں تلاش کیجئے۔ تو ایک بھی کام کی کتاب دستیاب نہ ہوگی (الّا ماشاءاللہ) میرے نزدیک یہی وجہ ہے۔ کہ ہماری اکثر تحریکات ناکام رہ جاتی ہیں +

اخبارات کے مضامین کا غلغلہ روزانہ صرف چند گھنٹے تک رہتا ہے۔ گو اس سے ہیئت اجتماعی کے تلاطم زخّار کی سطح پر بعض دفعہ ہلکی ہلکی اور بعض اوقات پُرشور موجیں بھی اُٹھنے لگتی ہیں لیکن یہ تموّج

وتلاطم اکثر حالات میں سطحی ہوتا ہے۔ اور اس سمندر کی گہرائیاں بدستور امن وسکون کی سرمایہ دار رہتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ مسائل سیاسی کی حقیقی اہمیت جمہور کے قلوب میں جاگزیں نہیں ہوتی۔ ان مسائل پر اہل علم اور ارباب نظر محنت و تحقیق نہیں کرتے۔ اور ان کے تمام پہلو کما حقہٗ عوام کے سامنے پیش نہیں کئے جاتے۔ اخبارات تازہ ترین حالات وکوائف پر رائے زنی کرکے ایک وقتی ہنگامہ ضرور پیدا کردیتے ہیں لیکن قوم کے اعماقِ قلوب کو مستقل طور پر متحرک نہیں کرسکتے۔

زندہ ممالک میں صرف اخبارات پر حصر نہیں کیا جاتا۔ جونہی داخلی یا خارجی سیاسیات کا کوئی مسئلہ رائے عامہ میں حرکت پیدا کرنے لگتا ہے۔ اس مسئلہ کے ماہرین اس کے تمام پہلوؤں پر تحقیق و تدقیق کی نظر ڈال کر ایک خاص مقصد اور مطمح نظر سے مستقل کتابیں تصنیف کرنے لگتے ہیں۔ ان کتابوں کے مطالعہ سے قوم کے تعلیم یافتہ طبقے میں اس مسئلہ پر عالمانہ و مجتہدانہ غور و بحث کی صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے۔ رائے عامہ میں بے راہ روی داخل نہیں ہونے پاتی۔ اور صحیح معلومات کے حصول کے بعد اخبارات کی اطلاعات کے سمجھنے میں بھی سہولت ہوجاتی ہے۔ لیکن ہندوستان میں حالات بالکل مختلف ہیں۔ یہاں ایک دن دفعتہً چین کی خانہ جنگی کی خبریں موصول ہونے لگتی ہیں۔ اور اخبارات نہایت بے تکلفی سے انہیں شایع کرنا شروع کردیتے ہیں۔ یہ خبریں

Marfat.com

متواتر تین مہینے تک شایع ہوتی رہتی ہیں لیکن قارئین جرائد کچھ نہیں سمجھتے۔ کر دوپی ڈُکسی آدمی کا نام ہے۔ یا کسی جانور کو کہتے ہیں۔ چانگ سوئین رئیس الاحرار ہے۔ یا دولِ خارجہ کا ٹھو ہے۔ ہانکاؤ کسی جرنیل کا نام ہے۔ یا شہر کا۔ اس جنگ کے اسباب کیا ہیں۔ اس کے طرفین کون کون ہیں۔ قوم پرستانہ نقطۂ نظر سے اس کا نتیجہ کیا ہونا چاہیئے۔ غرض ”ظلماتٌ فوقھا فوق بعض“ کی کیفیت طاری رہتی ہے۔ اگر اردو میں فی الفور مسئلہ چین پر ایک دو اچھی کتابیں تصنیف کر کے شایع کر دی جائیں۔ اور ان میں اس کے تمام پہلو روشن کر دیئے جاتے۔ تو جہل و نافہمی کا یہ افسوسناک منظر کبھی پیدا نہ ہوتا +

ہندوستان کے مسلمانوں ہی کو دیکھئے۔ خلافت عثمانیہ اور جزیرۃ العرب کے تحفظ کی خاطر انہوں نے انتہائی قربانیاں دیں ہزارہا پُرجوش مسلمان قید ہو گئے۔ انگلستان کے استعماری نظام کے خلاف نفرت و غیظ کے جذبات سے کئی سال تک سارا اسلامی ہند شعلہ زار بنا رہا۔ اردو کے اخباروں کی اشاعتیں پندرہ پندرہ بیس بیس ہزار تک پہنچ گئیں۔ لیکن اس تمام ہنگامے کے باوجود کتنے پڑھے لکھے آدمی ہیں جنہیں جزیرۃ العرب اور ترکی میں اجانب کی سازشوں کا تاریخی ماجرا معلوم ہے۔ ہمارے نزدیک اس قسم کے واقف حال بزرگوں کی تعداد اُنگلیوں پر گننے کے قابل بھی نہ ہو گی۔ جب سیاسیات اسلامی کے ایک اہم ترین مسئلہ کے ما لہٗ و ما علیہ سے مسلمانوں کی بے خبری و

ناواقفیت کا یہ عالم ہو۔ تو خود ہی سمجھ لیجئے۔ کہ اس مسئلہ کے متعلق تحریک کی حیثیت کیا ہوگی۔ اور اس کی پائداری اور گہرائی کا کیا حال ہوگا۔ ہندوستان میں اس تحریک کے سلسلے میں جو کچھ ہوا۔ اس کو بھی مولانا ابوالکلام آزاد کی مشہور کتاب "خلافت عثمانیہ اور جزیرۃ العرب" ہی کا اثر سمجھنا چاہئے۔ جس نے سب سے پہلے تعلیم یافتہ مسلمانوں کو اس مسئلہ کی اہمیت سے روشناس کرایا۔ اگر اسی مسئلہ کی سیاسی۔ تاریخی۔ مذہبی۔ اور تمدنی حیثیات پر پندرہ بیس اچھی کتابیں شائع کردی جاتیں۔ تو عوام کی بےخبری کا یہ حال نہ ہوتا۔ جو آج نظر آتا ہے۔

مغربی استعمار سرزمین عرب میں بدستور کارفرما ہے۔ فلسطین شام۔ عراق۔ نجد۔ حجاز۔ عسیر۔ یمن سب کے سب کسی نہ کسی حیثیت سے اس کی لپیٹ میں آچکے ہیں۔ کرنل لارنس اب تک اپنی تمام فتنہ سامانیوں کے ساتھ مصروف کار ہے۔ اور کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کہ جس شخص کی ناپاک کوششوں اور سازشوں سے بغاوت عرب کی آگ مشتعل ہوگئی تھی۔ زمانۂ مستقبل میں عالم اسلامی کو کیسے کیسے ہولناک حوادث سے روشناس کرنے والا ہے۔ میرے نزدیک مولانا چراغ حسن صاحب حسرت نے یہ کتاب لکھ کر اسلامی سیاست و تاریخ پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ یہ کتاب کرنل لارنس کی سوانح عمری نہیں۔ بلکہ بغاوت عرب کی ایک مختصر لیکن جامع تاریخ ہے۔ اس کے مطالعہ سے مسلمانوں کو بہت سے ایسے حقایق معلوم ہوں گے جو اس سے پہلے ان

Marfat.com

کے پیشِ نظر نہیں تھے۔ کرنل لارنس کے متعلق بھی مسلمانوں میں معلومات کی بہت قلت ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے انہیں معلوم ہوگا۔ کہ اس شخص نے دورِ حاضر میں اسلام کی سیاسی قوت کو فنا کرنے میں کس قدر خوفناک حصّہ لیا ہے +

تاریخی حیثیت کے علاوہ ادبی پہلو سے بھی مولانا حسرت کی یہ کتاب بحد قابلِ قدر ہے۔ اور زبان کی صحت۔ اندازِ بیان کی سلاست و سادگی اور الفاظ و تراکیب کی دلاویزی نے اس کی افادی حیثیت کو بہت کچھ تقویت دے دی ہے۔ میں دل سے چاہتا ہوں۔ کہ ہر مسلمان اس کتاب کا مطالعہ کرے۔ اور یہی وجہ ہے کہ میں اس مختصر سے مقدمے کے ساتھ اس کو جمہور کی خدمت میں پیش کرنے کی جرأت کرتا ہوں +

لاہور
۹۔ مئی ۱۹۳۰ء

عبدالمجید سالک

Marfat.com

تمہید

مغربی اہل قلم جب کسی کتاب کی تصنیف کا ارادہ کرتے ہیں تو ایک عرصہ تک اُس کے لئے مواد فراہم کرتے رہتے ہیں۔ اس طرح حالات کی تحقیق و تدقیق اور تفحّص و جستجو میں ایک زمانہ گذر جاتا ہے۔ تو کہیں کتاب لکھی جاتی ہے۔ پھر مدتوں حک و اصلاح ہوتی رہتی ہے۔ اور ان مراحل سے گذرنے کے بعد وہ کہیں دنیا کے سامنے پیش کرنے کے قابل سمجھی جاتی ہے +

مجھے اعتراف ہے۔ کہ ان اوراقِ پریشاں کی تالیف میں اس قدر کد و کاوش نہیں کی گئی۔ اس لئے جو اربابِ علم اس میں محققانہ شان تلاش کرنا چاہیں گے۔ انہیں ایک گونہ مایوسی ہوگی +

اوّل تو ایک اخبار نویس سے اس قدر کاوش و جستجو کی توقع ہی بیجا ہے۔ اس کے نتائجِ فکر فقط ہنگامی اور وقتی جوش پیدا کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔ پھر بدقسمتی سے جس زمانہ میں یہ اوراق زیرِ تحریر تھے۔ ایک لمحہ کے لئے بھی فراغِ خاطر اور دلجمعی نصیب نہیں ہوئی۔ اور تو اور پریشانیٔ خاطر کے طفیل نظرِ ثانی بھی نہ

Marfat.com

ہو سکی۔ قلم سے جو کچھ نکل گیا نکل گیا۔ پروف بھی منشی تہور علی صاحب نے پڑھے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اگر اُن کا اصرار میری کوتاہیوں کا چارہ ساز نہ ہو جاتا تو شاید یہ چند اجزا بھی شائع نہ ہو سکتے +

عجز و درماندگی اور ضعف و شکستہ پائی کی اس حکایت کو کہیں "عذر گناہ" بجھ "بدتر از گناہ" کا فتویٰ نہ دیدیجئے گا۔ بلکہ اسے اعتراف گناہ کہئے۔ کیونکہ ان اوراق میں جسقدر خامیاں ہیں، وہ میری ہیں۔ اور مجھے یہ عرض کرنے میں کوئی تامل نہیں کہ اکثر حصے مضطرب اور تشنہ ہیں۔ بعض مقامات پر کتابت کی ایسی غلطیاں رہ گئی ہیں جنہیں دیکھ دیکھ کر منفعل ہوتا ہوں +

اس کتاب کی تحریر میں میں نے " رابرٹ گریوز" کی کتاب " لارنس اینڈ اربز" اور لاول کی کتاب " وِدِ لارنس اِن اریبیا" کے علاوہ لارنس کی اپنی تصنیف " ریوولٹ اِن دی ڈزرٹ" سے بھی استفادہ کیا ہے۔ جمال پاشا مرحوم کے روزنامچے سے بھی کافی مدد ملی ہے۔ پہلے ارادہ تھا کہ لارنس کے سوانح حیات لکھے جائیں۔ پھر خیال گذرا کہ جب تک بغاوت عرب کا اجمالی تذکرہ بھی نہ آجائے۔ مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔ ساتھ ہی خیال تھا کہ کتاب کا حجم بڑھنے نہ پائے۔ کیونکہ ہمارے اہل وطن طلسم ہوشربا کے ڈیڑھ ہزار صفحے تو پڑھ سکتے ہیں۔ لیکن بغاوت عرب کی طویل تاریخ کون پڑھے نتیجہ یہ ہوا کہ اب اس مجموعہ کو اٹھا کر دیکھتا ہوں تو نہ اسے بغاوت عرب کی تاریخ کہہ سکتا ہوں۔ اور نہ لارنس کے سوانح حیات کا نام دے سکتا ہوں۔ بلکہ دونوں کے بین بین ایک تیسری چیز نظر آتی ہے +

اس سلسلہ میں یہ عرض کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کتاب کی تص

Marfat.com

کا خیال مجھے اُس زمانہ میں پیدا ہوا جب میں زمیندار کے ادارہ تحریر میں تھا۔ یوں کہنا چاہئے کہ یہ کتاب مولینا ظفر علی خاں کے فیضِ محبت کا نتیجہ اور التفات بزرگانہ کی یادگار ہے۔ اور اس اعتبار سے اُنہیں کے نام کو اس کا سرنامہ اور عنوان سمجھنا چاہئے۔

چراغ حسن حسرت

Marfat.com

کرنیل لارنس عربی لباس میں

Marfat.com

Marfat.com

پہلا باب

عرب و غرب

مشرق اور مغرب کی آویزش اُس عہد سے برروئے کار چلی آتی ہے جب مغرب کی ایک آبرو باختہ حسینہ ہیلن[1] نے ایک مشرقی شاہزادہ کے شبستانِ عشرت کو آباد کیا تھا۔ تاریخ کے صفحات اس کشمکش کی خونیں داستان سے رنگین ہیں۔ جو عجم و یونان کے مابین صدیوں تک جاری رہی۔ ہر مرتبہ مغرب کا سر مشرق کے آستانۂ جلال پر جھک جاتا رہا۔ تاآنکہ مقدونیہ سے ایک بلند اقبال کشور کشا اُٹھا۔ جس نے اپنی عظمت و سطوت کا نقارہ سارے مشرق میں بجا دیا۔ لیکن اسکندر کی فتحمندی چندروز کی مہمان تھی۔ اُس کی آنکھیں بند ہوتے ہی پھر وہی مشرق تھا۔ اور وہی مغرب۔

مشرق کی روحانی فتح مشرق نے محض سیاسی حیثیت ہی سے مغرب پر برتری حاصل نہیں کی۔ بلکہ مغرب کو روحانی تشنگی بجھانے کے لئے بھی مشرق کے جانب ہی رجوع کرنا پڑا۔ یعنی

[1] ہیلن مینلاس شاہ اسپارٹا کی بیوی اپنے عہد کی حسین ترین عورت تھی۔ اُسے ٹرائے کا شہزادہ پیرس اُڑا لے گیا تھا۔ اس واقعہ سے ٹرائے کے جنگ عظیم کی ابتدا ہوئی جس کا ذکر یونانی علم الاصنام کی کتابوں میں بالتفصیل ہے۔ یونان کے مشہور شاعر ہومر نے بھی اس معرکہ کے ذکر میں زور بیان دکھایا ہے۔

Marfat.com

سکندر کے کشورکشایانہ اقدام کو بمشکل تین سو سال گزرے تھے کہ جناب مسیح علیہ السلام کی تعلیمات کا چرچا مغرب میں ہونے لگا۔ اور روما اور یونان کے عناصر پرستوں نے مسیحیت کا حلقہ ارادت اپنے کانوں میں ڈال لیا جزائر برطانیہ کے وحشی بھی اس چشمہ سے سیراب ہوئے۔ یہ مشرق کی روحانی فتح تھی جس کا سکہ آج بھی مغرب پر بیٹھا ہوا ہے +

عربوں کی نہضت مشرقی فتحمندی کے اس سلسلۂ زریں کی ایک کڑی ہے اور اس اعتبار سے بہت اہمیت رکھتی ہے۔ کہ عربوں نے مغرب کو سیاسی حیثیت سے ہی محکوم نہیں بنایا۔ بلکہ مغرب اُن کے علم اور فلسفہ سے بھی اثر پذیر ہوا۔ آج جو فلسفہ مغرب کی کلاہِ فخر کا آویزہ بنا ہوا ہے۔ وہ دراصل عربوں کا بخشا ہوا ہے۔ اور لوتھر کی تعلیمات جن پر عیسویت ناز کرتی ہے۔ اسلام کے نورِ سرمدی کی ایک کرن کے سوا اور کچھ نہیں +

عرب فاتحین نے ہرقل کے ایشیائی مقبوضات ایک ایک کرکے چھین لئے۔ اور فلسطین جو مسیحیت کا گہوارہ ہونے کے باعث عیسائیوں کے نزدیک بہت تقدس رکھتا تھا اُن کے ہاتھ سے نکل گیا۔ عرب مجاہدین بڑھتے بڑھتے قسطنطنیہ کی دیواروں تک پہنچ گئے۔ اُدھر شمالی افریقہ میں بھی اُنہوں نے عیسائیوں کو شکست دی اور تمام اہم مقامات پر قبضہ کرلیا۔ مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے حوصلوں کے سامنے ایشیا اور افریقہ کی وسعتیں ہیچ تھیں۔ اُنہوں نے یورپ کی جانب توجہ کی۔ اور ہسپانیہ کے گاتھ خاندان کی قبائے عظمت پارہ پارہ کر ڈالی۔ ہسپانیہ کو فتح کرکے وہ فرانس کی جانب بڑھے۔ اور یہ ملک بھی فتح کرتے چلے

گئے۔ آخر دریائے لوائر کے کنارے عربوں کی پیش قدمی کا سیلاب رُک گیا۔ باہمی افتراق کی بدولت انہوں نے ایسی شکست کھائی کہ فرانس کا مفتوحہ علاقہ بھی قبضہ میں نہ رہ سکا +

غلط بیانیاں | اس سلسلہ میں یہ ملحوظ نظر رکھنا چاہئے۔ کہ عربوں کی پیش قدمی کے اس دور میں مغرب کے شعراء اور داستان گو ایسا لٹریچر پیدا کرنے میں مصروف تھے جو مسلمانوں کی مذمت پرمشتمل تھا۔ اور جس میں اُن کے عقائد کو نہایت تاریک رنگ میں پیش کیا گیا تھا۔ عربوں[1] کے متعلق نہایت بے سروپا اور لغو قصے مشہور تھے جن کا مقصد صرف اس قدر تھا۔ کہ عیسائیوں کے قلب میں اُن کے خلاف نفرت کا جذبہ پیدا کر دیا جائے۔ مثلاً یہ عقیدہ عام تھا۔ کہ عرب بُت پرست ہیں۔ اور اُن کے سب سے بڑے بُت کا نام (عیاذاً باللہ) محمدؐ ہے۔ ان غلط بیانیوں نے ساری مسیحی دنیا میں آگ لگا دی۔ اور عربوں کے خلاف نفرت و عناد کا جذبہ ہمہ گیر ہوگیا +

فتنۂ تاتار | حلقہ بگوشانِ تثلیث کو فرزندانِ توحید سے جس قدر شدید عداوت رہی ہے۔ اُس کا اندازہ اس امر سے بھی ہو سکتا ہے کہ محض عربوں کے مشرقی اقتدار کو شکست دینے کے لئے بیدین تاتاریوں سے روابطِ دوستی قایم کئے گئے۔ اور پاپائے اعظم کی جانب سے تاتاری شہنشاہ کی خدمت میں سفارت بھیجی گئی۔ اگرچہ اربابِ تاریخ نے فتنۂ تاتار کے اسباب و علل کے سلسلہ میں ان حقائق کو نظرانداز کر دیا ہے لیکن اہلِ نظر خوب جانتے ہیں۔ کہ وہ برقِ بلا جو مستعصم باللہ کے کاشانۂ اقبال پر گری

[1] مسیحی عام طور پر مسلمانوں کو کافر کہتے تھے +

Marfat.com

دشتِ قپچاق کی پہنائیوں سے نہیں۔ بلکہ بحیرۂ روم کے ساحل سے اُٹھی تھی +
آخر مسیحیوں کی مذہبی دیوانگی حروب صلیبیہ کو بروئے کار لے آئی۔ اور وہ مجنونانہ جوش سے فلسطین کی جانب بڑھے۔ لیکن نورالدین زنگی۔ اور صلاح الدین ایوّبی کی تلواروں نے فولادی دیواریں بن کر اس بڑھتے ہوئے سیلاب کو روک لیا +

اس میں شک نہیں۔ کہ کچھ عرصہ تک فلسطین اُن کے قبضہ میں رہا۔ اور یروشلم کے گلی کوچوں میں عربوں کا خون بیدریغ بہایا گیا۔ لیکن یہ اقتدار عارضی تھا اور صلاح الدین ایوّبی کے مجاہدانہ عزم کی بدولت مشرق میں کہیں بھی اُن کے قدم جم نہ سکے۔ اُدھر ترکانِ عثمانی کی برق شمشیر چمکی۔ اور عیسائی جو مشرق میں اقتدار قایم کرنا چاہتے تھے ....
...... مغرب کی بائزنطینی سلطنت کو بھی مسلمانوں کے فاتحانہ حوصلوں کی نذر ہونے سے بچا نہ سکے۔ چنانچہ اِدھر مشرق میں صلیب سرنگوں ہوئی اور اُدھر مغرب میں ترکوں کا ہلالی پرچم لہرانے لگا۔ صرف یہ امر اُن کے لئے باعث تسکین تھا کہ عین اُسی زمانہ میں جبکہ مغرب میں ایک اسلامی سلطنت کا آفتاب طلوع ہو رہا تھا۔ غرناطہ کی اسلامی حکومت کا ستارہ غروب ہو رہا تھا۔ ایک شمع جلائی جا رہی تھی اور دوسری بجھ رہی تھی +

ہسپانی مسلمان

مسلمانوں کو جس طرح ہسپانیہ سے نکالا گیا اُس کی المناک داستان تو کسی دوسری فرصت کی محتاج ہے۔ لیکن یہاں اس قدر لکھنا کافی ہوگا۔ کہ سر زمین ہسپانیہ کو مسلمانوں کے وجود سے پاک کرنے کے لئے "جہاد مقدس" کا علم بلند

کیا گیا۔ اور ملکہ ازبلا کی مدد کے لئے انگلستان اور فرانس سے "مجاہدین" کے لشکر بھیجے گئے ۔

ترکانِ[۱] عثمانی کا دامن ہمیشہ اس داغ سے آلودہ رہے گا کہ انہوں ہسپانوی مسلمانوں کی پیہم التجاؤں کے باوجود اُن کی اعانت نہیں کی۔ اور غرناطہ کا آخری بدنصیب

[۱] ابوالبقا صالح بن شریف الرندی نے جو اس عہد کا ایک نغز گو شاعر تھا۔ ایک ولگداز مرثیہ لکھا۔ جس میں اُندلس کے مسلمانوں کی بیچارگی کا ذکر کر کے مسلمانانِ عالم سے اعانت کی التجا کی گئی تھی۔ سلطان مراکش نے اس کی نقلیں اکثر مسلمان بادشاہوں کے پاس بھیج دیں۔ اس مرثیہ کے آخری اشعار جو دردو حسرت کے سرمایہ دار ہیں۔ پڑھیے۔ اور مسلمان سلاطین کی بے دردی کا ماتم کیجئے ۔

یاراکبین عتاق الخیل ضامرۃ
کانہا فی مجال السبق عقبان
وحاملین سیوف الہند مرہفۃ
کانہا فی ظلام النقع نیران
وراتعین وراء البحر فی دعۃ
لھم باوطانھم عز وسلطان
اعندکم نباء من اہل اندلس
فقد سری بحدیث القوم رکبان
کم یستغیث بنا المستضعفون وھم
قتلی واسری فما یھتز انسان

(۱) اے نجیب اور پتلی کمر والے گھوڑوں پر سوار ہونے والو جو گھوڑ دوڑ کے میدان میں عقاب ہیں۔
(۲) او ہندی تلواریں اٹھانے والو۔ جو عرصہ کارزار کے غبار کی تاریکی میں شعلہ کی طرح چمکتی ہیں
(۳) او سمندر پار راحت کی زندگی بسر کرنے والو اور اپنے گھروں میں عزت سے رہنے والو ۔
(۴) کیا تمہیں اہل اندلس کی بھی کچھ خبر ہے! انکی المناک داستانکو لیکر قتر سوار دنیا کے اطراف میں پہنچ چکے ہیں ۔
(۵) ۔ ضعیف و نزار مقتول اور اسیر تم سے امداد کے لئے بارہا فریاد کر چکے ہیں۔ مگر صد حیف کہ کسی فرد بشر کی رگ حمیت جنبش میں نہیں آئی ۔
(۶) مدعی اسلام ہونے کے باوجود تم نے یہ سرد مہری

(ملاحظہ ہو صفحہ ۶)

Marfat.com

تاجدار ابو عبداللہ اشکِ حسرت بہاتا اپنے مستقرِ سلطنت سے رخصت ہوگیا۔

ترکوں کے کشور کشایانہ عزائم کی داستان سے تاریخ کے اوراق تابناک ہیں۔ اور یہ حقیقت "راز درون پردہ" نہیں کہ مجاہد ترک صدیوں تک مغرب کے سینہ پر کابوس بن کر سوار رہے۔ لیکن یاد رکھنا چاہئے۔ ظلمت آبادِ فرنگ میں وہ تلوار کے زور سے دن بسر کر رہے تھے۔

یورپ کی مسیحی سلطنتوں نے کبھی صدق نیت سے اُن کے ساتھ دوستانہ تعلقات قایم نہیں کئے۔ اور اُن کی حریص نگاہیں ہمیشہ ترکوں کے مشرقی مقبوضات پر پڑتی رہیں۔ ترکی سلطنت کے دورِ انحطاط میں دولِ فرنگ سازشوں کے حربے لے کر اُٹھ کھڑی ہوئیں۔ ترکوں کے مغربی اور مشرقی مقبوضات کا بیشتر حصہ اُن کے قبضہ سے نکل گیا۔

وہ طرابلس اور بلقان کی محاربات سے ابھی بمشکل سنبھلے تھے۔ کہ جزیرہ نمائے بلقان سے جنگ کی آگ کے شعلے بھڑک اُٹھے۔ اور محاربۂ عمومی کا آغاز ہوگیا۔ ترکوں کے لئے اس کے سِوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔ کہ وہ اس آگ میں کود پڑیں کارکنانِ قضا و قدر کو یہی منظور تھا کہ پرستارانِ صلیب کی دیرینہ آرزو پوری ہو۔ اور ارضِ مقدس اُن کے قبضہ میں آجائے۔

ماذا التقاطع فی الاسلام بینکم	کیونکر اختیار کر لی۔ خدا کے بندو تم تو آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہو۔
وانتم یا عباد اللہ اخوان	
الا نفوس ابیات لہا ھمم	(۷) کیا اس خرابِ آبادِ حیات میں کوئی ایک بھی ایسا نہیں۔ جو غیرت مند اور ذی ہمت ہو۔
اما علی الخیر انصار و اعوان	کیا نیکی بدی میں ایک دوسرے کا ہاتھ بٹانے والے دنیا سے اُٹھ گئے۔

(ترجمہ منظوم)

دوسرا باب

شریف حسین اور ترک

شریف حسین کا مورثِ اعلیٰ قتادہ سادات جہینہ سے تعلق رکھتا تھا۔ قتادہ ایک باتدبیر اور صاحبِ عزم شخص تھا۔ اُس نے عرب میں ایک قوی شوکت سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ اور یمن سے خیبر تک تمام ملک پر متصرف ہوگیا۔ ۱۵۱۷ء میں محمد ابن التمی نے جو خاندان قتادہ کا ایک جلیل القدر فرمانروا تھا۔ قسطنطنیہ پہنچ کر کعبہ معظمہ کی چابیاں سلطان سلیم کے سپرد کر دیں۔ اور اس تاریخ سے عرب ترکانِ عثمانی کی حفاظت میں آگیا۔

نصاریٰ کے حوصلے

یہ عہد وہ ہے جبکہ ایک اُولوالعزم پرتگیز جہاز راں "واسکوڈے گا" ہندوستان کا بحری راستہ دریافت کر چکا تھا۔ اور مشرقی سمندر فرنگستانی جہازوں کی جولانگہ بن چکے تھے۔ اہلِ فرنگ نے مشرق میں پہنچ کر دیکھا۔ کہ دُنیا کی وہ عجیب ترین قوم جس کے کشور کشایانہ حوصلوں اور مجاہدانہ اقدام نے اُن پر مغرب کی وسعتیں تنگ کر دی ہیں۔ اور جس کی ترکتاز سے مغرب کی کوئی سلطنت محفوظ نہیں۔ عرب کو اپنا دینی مرکز سمجھتی ہے۔ تو انہیں خیال گزرا۔ کہ اگر اس سرزمین پر

Marfat.com

مسیحیت کا علمِ اقتدار لہرانے لگے۔ تو مسلمانوں کی شاہی کو محکومی اور آزادی کو غلامی سے بدل دینا چنداں دشوار نہیں۔ لیکن جلد ہی اُن پر یہ حقیقت بھی کُھل گئی۔ کہ اگر کسی مسیحی نے اس ارضِ پاک کو اپنے قدموں سے آلودہ کرنے کی جرأت کی۔ تو دُنیا کے ہر گوشہ سے فرزندانِ توحید علمِ جہاد لے کر اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ اور پرستارانِ صلیب پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا جائے گا۔ اس لئے اُنہوں نے عرب پر حملہ کی جرأت تو نہ کی۔ لیکن اس ملک کے اقتصادی اور تجارتی ذرائع پر قبضہ کرنے کے لئے سازشیں ہونے لگیں۔

مغربی حیلہ طراز اپنے اس ارادہ میں کسی حد تک کامیاب ہوئے۔ یعنی عرب کے ساحلی مقامات پر اُنہوں نے دامِ فریب پھیلا دیا۔ چنانچہ ۱۸۰۹ء میں برطانیہ نے سلطان مسقط سے ایک تجارتی معاہدہ کیا۔ ۱۸۲۰ء میں بحرین کے شیوخ سے اسی نوع کا عہدنامہ کیا گیا۔ اور ۱۸۳۹ء میں عدن اُس کے قبضہ میں آگیا۔

محمد بن العون | عدن پر قبضہ کرنے کے بعد شریف مکہ پر ڈورے ڈالے گئے۔ اُس وقت شریف حسین کا دادا محمد العون شریف مکہ تھا۔ یہ شخص بآسانی اس دام میں آگیا۔ اُس کی فرنگی دوستی نے حلقہ بگوشانِ تثلیث کو دلیر کر دیا۔ اور اُس کی بے دینی کی بدولت ایک انگریز سیاح ڈاؤٹی[1] نام مدتوں اس ارض پاک میں جس کے دروازے مسیحیت کے فرزندوں پر ہمیشہ کے لئے بند کر دیئے گئے تھے رہ کر عرب کے معاشرتی اور مذہبی حالات قلمبند کرتا رہا۔ محمد العون کو ۱۸۰۰ء میں ایک بدو کے

[1] چارلس مانٹیگو ڈاؤٹی کی کتاب صحرائے عرب کی سیاحت اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے جس کا مستند کتاب [illegible]

خنجر نے شربتِ اجل پلادیا۔

جب سلطان عبدالحمید خاں مرحوم نے حجاز ریلوے کی تعمیر کا ارادہ کیا تو محمدالعون کے فرزند علی نے جو اپنے باپ کا صحیح جانشین تھا۔ اور جسے فرنگی دوستی اور اسلام دشمنی ورثہ میں ملی تھی۔ عربوں کو سلطان کے خلاف اُکسایا۔ اور اُنہوں نے حجاز ریلوے کے ایک حصّہ کو تباہ کردیا۔ سلطان عبدالحمید خاں کی نگاہِ دُور رَس نے پہچان لیا کہ علی کا بیٹا حسین ایک گستاخ اور عیّار نوجوان ہے۔ اور اگر اُسے اپنے منصوبوں کی تکمیل کے لئے آزاد چھوڑ دیا گیا۔ تو وہ ترکوں کے مشرقی اقتدار کے لئے بہت خطرناک ثابت ہوگا۔ چنانچہ حسین کو قسطنطنیہ میں طلب کرکے نظر بند کرلیا گیا۔ لیکن بظاہر وہ شاہی مہمان تھا۔ اور اُس کے تمام مصارف خزانۂ سلطانی سے ادا کئے جاتے تھے۔

انجمن اتحاد و ترقی حسین استنبول میں ہی تھا کہ نوجوان ترکوں نے اپنی یکتائی کا علم بلند کیا۔ اور انجمن "اتحاد و ترقی"۔ جس کے ارکان میں انور، طلعت اور جمال جیسے محبِ وطن اشخاص شامل تھے۔ اقتدار حاصل کرکے سلطان عبدالحمید خاں کو معزول کردیا۔

یہ انقلاب ایک سلطان کے عزل اور دوسرے کے نصب تک ہی محدود نہیں تھا۔ بلکہ اس کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ سلطنت کی حکمت عملی میں ایک تغیر واقع ہوگیا۔ اور ترکی کے طول و عرض میں وطنیت کے وہ افکار و عقاید پھیل گئے جن کی اشاعت مغربی مفکرین ایک عرصہ سے کر رہے تھے۔ نوجوان احرار نے حسین اور اُس کے فرزندوں کو رہا کردیا۔ اور صرف رہا ہی نہیں کیا۔ بلکہ حسین کو شریف مکہ مقرر کرکے اُس کے جرائم پر خطِ عفو کھینچ دیا۔

Marfat.com

حرکتِ وطنیہ جس حرکت وطنیہ کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں۔ اُس سے عربستان بھی متاثر ہو چکا تھا۔ اور بعض عرب ارباب فکر جن میں زیادہ تر شامی نوجوان تھے۔ ایک عرب سلطنت کا خواب دیکھ رہے تھے۔ ان افکار کا سرچشمہ مغرب تھا۔ اور ترکوں سے عربوں کا پیوند قطع کرنے کے لئے اس سے بہتر کوئی طریق نہیں ہو سکتا تھا۔ کہ ان کے دماغ میں وطنیت اور آزادی کے خیالات بے ترتیبی سے ٹھونس دیئے جاتے۔ وطنیت کے اس مجنونانہ جذبہ کو فہم و بصیرت سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ لیکن چونکہ بظاہر یہ جذبہ نہایت جاذب نظر اور دلکش دکھائی دیتا ہے۔ اس لئے اس عہد کے اکثر فضلا بھی گمراہ ہو گئے۔ اور عرب کی "حرکت وطنیہ" کی حمایت و تائید کرنے لگے۔ ان لوگوں میں "المنار" کے فاضل رئیس التحریر علامہ رشید رضا بھی تھے۔ جن پر بعد میں ظاہر ہو گیا۔ کہ اربابِ غرض نے "وطنیت" کا ڈھونگ کھڑا کرنے میں کیا مصلحت دیکھی تھی۔

جب جنگ عظیم کا آغاز ہوا تو یہ تحریک شباب پر تھی۔ شام اور فلسطین میں بعض انقلابی مجالس مرتب ہو چکی تھیں۔ اور عربوں کو ترکوں کے خلاف برانگیختہ کیا جا چکا تھا۔ لیکن جب ترکوں نے جنگ میں جرمنی کا ساتھ دینے کا ارادہ کیا۔ اور استنبول سے تمام رؤسا اور وغدہ کے نام فرامین جاری کئے گئے تو حسین نے ترکانِ احرار کو یقین دلایا کہ سارا عربستان اُن کے علم کے نیچے مجتمع ہو کر تحفظ حرمت و ناموسِ اسلام کی خاطر کٹ مرنے سے دریغ نہیں کرے گا۔

شریف کے مطالبات ادھر تو ترکوں کو اپنی وفاداری کا یقین دلایا جا رہا تھا۔ اُدھر بحیرۂ قلزم کے غیر آباد ساحل پر انگریز افسروں سے خفیہ ساز باز ہو رہا تھا۔ اور ضمیر فروشی اور غداری کی قیمت طلب کی جا رہی تھی۔ حسین کے مطالبات[1] یہ تھے کہ شامل ہیں

[1] موسیو گستان گیلارد نے اپنی کتاب ترک اور یورپ میں نہایت وضاحت سے ان امور کا تذکرہ کیا ہے۔

مرسینا تک۔ جنوب میں بحر ہند تک۔ اور مشرق میں ایرانی سرحد تک تمام علاقہ پر اُس کی بادشاہت تسلیم کر لی جائے۔ انگریزوں نے جواب دیا کہ مرسینا۔ اسکندرونہ اور حمص وغیرہ عرب میں شامل نہیں ہیں۔ اس لئے اُس علاقہ پہ اُس کی سیادت منظور نہیں کی جاسکتی۔ البتہ مشرقی اور جنوبی حدود کے متعلق اُس کا مطالبہ منظور ہے۔ غرضکہ حسین نے ان شرائط پر انگریزوں سے معاہدہ کر لیا۔ اور بغاوت کے نقیب اور داعی یہ خبر لے کر تمام عربستان میں پھیل گئے +

Marfat.com

تیسرا باب

بغاوتِ عرب کے اسباب و علل

تاریخ کا طالب علم جب اس مقام پر پہنچتا ہے تو اُس کا ذہن فوراً اُن اسباب و علل کی تلاش و جستجو میں مصروف . . . . ہو جاتا ہے جنہوں نے سارے عرب کو ترکانِ عثمانی کے مقابلہ میں صف آرا کر دیا۔ اور جب اُسے ترکوں کی مشرقی حکمت عملی میں کوئی ایسا واضح اور نمایاں نقص نظر نہیں آتا جو بغاوت کا محرّک ہوا ہو۔[1] تو قدرتاً اُس کا ذہن ان مغربی طاقتوں کی جانب متوجہ ہو جاتا ہے جنہوں نے اس سیاسی انقلاب میں فائدہ اُٹھایا۔ اور سوچنے لگتا ہے۔ کیا انقلاب کی وہ چنگاری جو عرب کے خرمنِ عافیت کے حق میں برقِ بلا بن گئی۔ استعمارِ مغرب کے آتشکدہ سے آئی تھی اور حقیقت بھی یہی ہے۔ ہمیں عربستان کی بغاوت کے محرکات تلاش کرنے کے لئے اسی گوشہ کی جانب رُخ کرنا چاہیے ؛

کارلائل اور علمائے اجتماع کا ایک گروہ کہتا ہے۔ کہ افراد و جماعتوں میں انقلاب

---

[1] کرنل لارنس نے لندن ٹائمز کے ایڈیٹر کے نام ۱۹۲۰ء میں جو مکتوب لکھا تھا۔ اُس میں خود اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ عرب ترکوں کی سلطنت سے خوش تھے ؛

برپا کر کے اُن کے سیاسی نظام کو یکسر متغیر کر دیتے ہیں محققین کے ایک دوسرے گروہ کا خیال ہے۔ کہ جماعتیں انقلاب برپا کرتی ہیں۔ لیکن عرب کا انقلاب بہت حد تک افراد کا مرہونِ منت تھا جو عربوں کے طبعی رُجحان۔ مذہب اور تمدنی روایات سے باخبر تھے۔ اس میں شک نہیں کہ عربوں کی طبیعت میں انقلابی اثر قبول کرنے کی صلاحیت موجود تھی۔ وہ ایک سیاسی شعور کے مالک تھے۔ لیکن اس استعداد سے فائدہ اُٹھا کر اُنہیں بغاوت اور سرکشی پر آمادہ کرنے والے معدودے چند افراد تھے۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ یہ افراد کون تھے۔ کیا عرب میں لینن۔ کمال پاشا۔ یا مسولینی جیسی کوئی شخصیت پیدا ہوئی نہیں حقیقت یہ ہے کہ ان افراد کو فطری جذبۂ حبِ وطن نے دعوتِ انقلاب دینے پر آمادہ نہیں کیا تھا۔ بلکہ اُن میں بعض اربابِ غرض تھے۔ اور بعض مغرب کے مجہول افکار اور وطنیت کے فرنگستانی تخیل کے دلدادہ جنہیں دولِ مغرب نے اپنا آلۂ کار بنا رکھا تھا۔ غرضکہ یہ لوگ دراصل استعمارِ مغرب کے نقیب تھے۔ لیکن اُنہوں نے خود کو وطنیت کا داعی سمجھ رکھا تھا۔

شریف حسین اقتدار کا جویا تھا۔ اُس کے چاروں فرزند علی فیصل۔ عبداللہ اور زید جاہ و جلال کے بھوکے تھے۔ اور اُن کی پشت پر انگریزوں اور فرانسیسیوں کا دستِ شفقت تھا۔ کچھ اور لوگ بھی تھے۔ جو نیک نیتی سے "استقلال عربستان" کو منتہائے نظر سمجھے ہوئے تھے۔ لیکن دراصل اُن کا تصورِ وطنیت بھی اہلِ مغرب کی حیلہ طرازیوں کا مرہونِ منت تھا۔

دنیا کے ہر ملک میں حقوق۔ مساوات۔ اخوت اور حریت کے نام پر دعوتِ انقلاب دی گئی لیکن دراصل اس دعوت کی پشت پر مستبد شخصیتیں تھیں۔ جو نظام سیاسی

Marfat.com

کے بدلتے ہی برہنہ تلواریں لئے نمودار ہوئیں۔ اور تو اَور فرانس میں جہاں شاہی اور ملکیّت کے خلاف نہایت کامیاب جہاد کیا گیا۔ یہی صورت پیش آئی یعنی ابھی انقلاب کا طوفان بمشکل تھما تھا۔ اور قوم کی تخریبی اور سلبی قوتیں چند لمحوں کے لئے آسودہ ہوئی تھیں۔ کہ یکایک پرستارانِ انقلاب کے گروہ سے ایک مستبد شخصیت نمودار ہوئی۔ اور اُن تمام لوگوں نے جو شاہی کے تصوّر سے لرزجاتے تھے اُس کے سامنے سر جھکادیا۔ اور اُسے اپنا شہنشاہ تسلیم کرلیا۔

عرب میں کوئی نپولین پیدا نہیں ہوا لیکن اخوت و حرّیت کے وعظ کی پشت پر استبداد کا وجود ضرور تھا۔ شریف حسین بذات خود کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ وہ تو محض ایک حربہ تھا۔ جسے دول فرنگ نے اپنے مستعمرانہ عزائم کی پیش رفت کے لئے استعمال کرکے پھینک دیا۔ درحقیقت عرب کی دعوت حریت پامال کئے کہ اتحاد عرب اور استقلال عرب کی اس عافیت سوز تحریک کی پشت پر استعمار فرنگ کی مستبد قوت تھی اور جب انقلاب کی آگ فرو ہوئی تو یہ قوت برہنہ تلوار لئے نمودار ہوئی۔ سارے عہود و مواثیق طاق پر دھرے رہ گئے۔ اور فریب خوردگان وطنیت کی آنکھیں کھل گئیں۔

پان اسلامزم مسیحی دنیا "پان اسلامزم" یعنی اسلام کی بین الاقوامی دعوت سے بہت خائف تھی۔ اُسے بخوبی معلوم تھا کہ اگر مختلف النسل مسلمان متحد ہوگئے۔ تو اُن کا وجود سارے یورپ کے لئے ایک خطرہ بن جائے گا۔ اس اتحاد اسلامی کو شکست دے کر ترکوں کو یورپ سے نکالنے اور اسلامی ممالک کو مسیحیت کے حیطۂ اقتدار میں لانے کے لئے ایک وسیع سازش کی گئی۔ ترکوں کو پہلے وطنیت کا درس دیا گیا۔ یعنی یہ کہا گیا۔ کہ وہ ترک

ہیں۔ عربوں اور مصریوں سے اُن کا کوئی نسلی رشتہ نہیں۔ اس لئے انہیں وطنیت کو اخوت اسلامی پر مقدم سمجھنا چاہئے۔ پھر تحریک اتحاد تورانی کا علم بلند کیا گیا۔ یعنی والگا کے کنارے سے باسفورس کے ساحل تک یہ صدا گونج اٹھی۔ کہ تمام تاتاریوں کو جو قفقاز۔ قازان۔ کریمیا۔ استراخان۔ ترکی اور افغانستان میں پھیلے ہوئے ہیں متحد ہو جانا چاہئے +

اتحاد تورانی پروفیسر ویمبری کے قلم نے اس تحریک کا نام اُچھالنے میں بہت حصہ لیا اور روسی مسلمان تو اس خیال سے اس حد تک متاثر ہوئے کہ وہ روس کو چھوڑ کر ترکی میں آباد ہونے لگے۔ انہی دنوں ایک تاتاری ادیب یوسف بے اقچورا اوغلو نے قسطنطنیہ میں مجلس اتحاد تورانی کی بنیاد ڈالی۔ اور تورانی تحریک کی تائید و حمایت میں ایک کتاب لکھی جس کا نام "تین سیاسی نظام" ہے +

دوسری جانب عربوں سے کہا گیا کہ ترک اسلام کو چھوڑ چکے ہیں۔ مذہب سے انہیں کوئی سروکار نہیں۔ کوئی معصیت ایسی نہیں جس کے ارتکاب پر وہ اپنے نفس کو دلیر نہ پاتے ہوں۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ عرب عربی کو چھوڑ کر ترکی زبان اختیار کر لیں۔ اُن کی شوخ چشمی اور دیدہ دلیری اس حد تک جا پہنچی ہے کہ وہ قرآن کریم میں تحریف کر رہے ہیں۔ چنانچہ اُنہوں نے قرآن میں انبیا علیہم السلام کے اسما کی جگہ تاتاری بادشاہوں کے نام لکھ دیئے ہیں۔ عربوں کی سادگی سے فائدہ اُٹھا کر یہاں تک مشہور کر دیا گیا کہ ترک خدائے واحد کے بجائے "گرگِ سپید" کی پرستش کرتے ہیں جنہیں اُن کے اسلاف ظہورِ اسلام سے پہلے وسط ایشیا کے برفانی میدانوں میں پوجا کرتے تھے۔ غرضکہ ترکوں کے الحاد کی داستانیں کچھ اس طرح بیان کی گئیں کہ

Marfat.com

عرب اُن سے قطعاً متنفر ہو گئے ۔

اس کے ساتھ عربوں[1] کو وطنیت کے ہمرنگ زمین دام میں اُلجھانے کی کوشش کی گئی۔ اُنہیں اسلاف کے کارنامے یاد دلائے گئے۔ اور یہ اعتراف کیا گیا۔ کہ فرنگستان میں تہذیب کی جو شمع تجلیاں بکھیر رہی ہے۔ اُس کی روشنی اسلام کے چراغ ایزد فروز سے مستعار لی گئی ہے ۔ انہیں یہ کہہ کر غیرت دلائی کہ عرب جنہیں قرآن کے مخاطب اوّلین ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ملحد ترکوں کے محکوم کیونکر رہ سکتے ہیں ۔ چنانچہ اُسی زمانہ میں جبکہ ایک جانب "اتحاد تورانی" کی صدا بلند ہو رہی تھی۔ دوسری جانب "اتحاد عرب" کا راگ الاپا جا رہا تھا ۔

مسیحی پادری مغربی استعمار کے نقیب ہیں۔ وہ اگرچہ مرکز عرب میں پہنچ کر ان خیالات کی اشاعت تو نہیں کر سکتے تھے لیکن شام اور فلسطین میں وہ جہاں جہاں پہنچ سکے اسی نوع کے افکار نہایت سُرعت سے پھیل گئے۔ بعض لوگ ایسے بھی تھے جو عربوں کا بھیس بدل کر حجاز تک جا پہنچے۔[2] مشہور سیاح ڈاؤٹی عرصہ تک حجاز میں

[1] ملاحظہ ہو "لارنس ان عریبیا" "لارنس کے ساتھ عرب میں"۔ مصنفہ لاول ٹامس صفحہ ۵۰۔

[2] جن مغربی سیاحوں نے عرب کی سیاحت کر کے اُس کے آثار کا معائنہ کیا۔ اُن میں سب سے پہلا شخص نیبوہر ہے۔ [illegible] میں ڈنمارک کی حکومت نے سیاحوں کا ایک وفد بھیجا تھا۔ نیبوہر اس جماعت کا سرگروہ تھا۔ لیکن اُس کی سیاحت زیادہ تر یمن کے علاقہ تک محدود رہی۔ اس کے بعد سیجن۔ پوٹا، ٹیمز وغیرہ نے عسیر کی سیاحت کی۔ ان کے بعد ارناؤ نے نجران کے آثار کا مطالعہ کیا۔ [illegible] میں ہالوے نے سبا کے آثار کی تحقیق کی۔ اس کے بعد آسٹریا کے ایک ماہر علم آثار گلوزر نے حمیری آثار کا معائنہ کیا۔ لیکن یہ لوگ ساحلی علاقوں سے

رہا۔ وہ عربی زبان نہایت صفائی اور روانی سے بولتا تھا۔ اور کسی کو لمحہ بھر کے لئے بھی شبہ نہیں ہوسکتا تھا کہ وہ افرنجی الاصل عیسائی ہے۔ ٹامس لاول نے ایک اور مسیحی حسن ابن خلیل کا ذکر بھی کیا ہے۔ جو امیر فیصل کی فوج میں شامل تھا۔ عرب اُس کے متعلق صرف اتنا جانتے تھے۔ کہ وہ ایک عربی النسل مسلمان ہے۔ جس کی

آگے نہیں بڑھے۔ ڈوزیڈے۔ ہرش اور تھیوڈور بنٹ نے حضرموت کی سیاحت کی۔ اور جیرکے اکثر کتبات کو محفوظ کر لیا۔ لیکن حجاز میں بہت کم سیاحوں کو جانے کا اتفاق ہوا۔ سر رچرڈ برٹن حج کے بہانہ سے مسلمان بن کر پہنچا۔ اور مدتوں حجاز کی سیاحت میں مصروف رہا۔ ہرگھارڈ نے بھی مسلمان بن کر حجاز کی سیاحت کی۔ اُس پر اسلام کی سادگی کا اثر اس قدر ہوا کہ وہ آخرکار مسلمان ہوگیا۔ حجاز کی سیاحت میں اوّلیت کا فخر ایک ہسپانی سیاح بیڈیبلیچ کو حاصل ہے۔ جس نے علی بے عباس کے نام سے ۱۸۰۶ء میں مکہ معظمہ کی زیارت کی۔ لیڈی بلنٹ اور ہوبر کی سیاحت بھی بہت اہمیت رکھتی ہے۔ لیکن انہیں حجاز میں جانے کا موقع نہیں ملا۔ سب سے آخر مس گرٹرڈ ڈیل اور مس روز ٹافوریس نے عرب کے ساحلی مقامات کی سیاحت کی۔ ایڈورڈ ہنری پامر کو اگرچہ ان سیاحین اور مکتشفین میں چنداں اہمیت حاصل نہیں لیکن اُس نے اسلامی ممالک کا سفر محض سیاسی اغراض کے ماتحت کیا تھا۔ پامر عربی۔ فارسی اور اُردو میں مہارت رکھتا تھا۔ فارسی اور اُردو نظم و نثر پر بھی اُسے قدرت تھی۔ جب مصر میں عرابی پاشا نے انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا تو پامر کو اُسکے خلاف پروپگنڈا کرنے کی غرض سے بھیجا گیا۔ اُس نے بھیس بدلکر مختلف قبائل میں عرابی پاشا کے خلاف ایسی پرجوش تقریریں کیں کہ بغاوت کا پہلا سا زور و شور نہ رہا۔ آخر وہ حوالئی عرب میں ایک اعرابی کے ہاتھوں قتل ہوگیا۔

Marfat.com

عمر کا ایک حصہ مسیحی ممالک میں بسر ہو چکا ہے۔ لیکن حقیقتاً وہ مسیحی تھا۔ اور اگرچہ اُسے یہ جرأت تو نہ تھی کہ اپنے مذہبی عقاید علانیہ بیان کر دے۔ لیکن تحریک "دعوت عربیہ" کی تائید و حمایت اور اپنے سیاسی افکار کی تبلیغ سے اُسے کوئی نہیں روک سکتا تھا +

غرضکہ جنگ عمومی شروع ہوئی۔ تو شام کی ترکی فوج کے تمام عرب سپاہیوں کو بغاوت پر آمادہ کیا جا چکا تھا۔ صحرائے عرب کے تمام قبائل ترکوں کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے پر تیار بیٹھے تھے۔ حسین کے قاصد ہر قبیلہ کے شیخ کے پاس پہنچ چکے تھے۔ اور شام فلسطین اور حجاز کے عربوں کا کوئی فرد ایسا نہیں تھا جو "ملحد ترکوں" کے خون سے ہاتھ رنگنے کو اپنی زندگی کا اوّلین فرض نہ سمجھتا ہو +

Marfat.com

چوتھا باب

شریف حسین کی حیلہ سازیاں

جنگ عمومی کا آغاز آسٹریا اور سربیہ کے نزاع سے ہوا۔ لیکن تھوڑی دیر میں سارے یورپ کی فضا آگ کے شعلوں سے چھپ گئی اور سمندر کی نیلگوں سطح کو خون کی چادر نے ڈھانپ لیا۔ کہا جاتا ہے کہ محاربہ عظیم کا باعث ایک سروی طالب علم کا جذبۂ عشقِ وطن تھا۔ جس نے ولی عہد آسٹریا کو قتل کرکے دول فرنگ کے لئے پیکار آزمائی کا ایک عمدہ موقع مہیا کر دیا۔ لیکن اہلِ نظر جانتے ہیں کہ جنگ کی آگ عرصہ سے سلگ رہی تھی۔ اگر ولی عہد آسٹریا کے قتل کا واقعہ بروئے کار نہ آتا۔ جب بھی جنگ ناگزیر تھی۔ مغربی استعمار اپنی اغراض پر پردہ ڈالنے کے لئے ہمیشہ ایسے بہانے تلاش کر لیا کرتا ہے +

ترک ابتدا میں غیر جانبدار تھے۔ لیکن جنگ کے شروع ہوتے ہی انہوں نے سرحدوں کو مستحکم کرنا شروع کر دیا۔ انگلستان میں ترکی عساکر کی نقل وحرکت کو شبہ کی نظر سے دیکھا جا رہا تھا۔ جب ترک اس آگ اور خون کے مہیب کھیل میں شریک ہوئے۔ تو برطانی مدبّر پکار اٹھے کہ موت کا گھڑیال بج چکا۔ ترکوں نے جنگ

Marfat.com

میں شریک ہو کر اپنی موت کے محضر پر دستخط کر دیئے۔ ہندوستان کے مسلمان جنہوں نے برطانیہ سے عہد وفا استوار کر رکھا تھا۔ یہ چاہتے تھے۔ کہ ترک اوّل تو جنگ میں شریک ہی نہ ہوں۔ اور اگر شریک ہوں تو انگریزوں کا ساتھ دیں لیکن ہندوستان کے مسلمانوں کی سیاست فہمی کی حقیقت کس کو معلوم نہیں؟ ترکوں نے جو کچھ کیا موقع اور ضرورت دیکھ کر کیا۔ وہ مجبور تھے کہ جنگ میں شریک ہوں۔ اور جرمنی کے حلیف کی حیثیت سے شریک ہوں +

انقلابی تحریک | ہم بیان کر چکے ہیں کہ جنگ سے پہلے ہی شام اعراق اور فلسطین میں ایک وسیع انقلابی تحریک نشوونما پا رہی تھی۔ اگرچہ شریف حسین اور شام و فلسطین کے مصلحین کی حیلہ سازیوں کے تفصیلی تذکرہ کا یہ موقع نہیں۔ لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اجمالی طور پر بعض اہم امور بیان کر دیئے جائیں۔ تاکہ دنیا پر کم از کم یہ تو واضح ہو جائے کہ بغاوت عرب کے سلسلہ میں ترکان احرار پر جو الزامات لگائے جا رہے ہیں ان میں صداقت کس قدر ہے +

شام اور فلسطین میں جو لوگ ترکوں کے خلاف سازشیں کر رہے تھے۔ ان میں امیر عمر الجزائری۔ ڈاکٹر عبد الرحمٰن۔ فو د علی امیر عارف الشہابی۔ شیخ بے المؤید شکری بے عبد الوہاب۔ توفیق بے۔ عبد الحمید الزہراوی۔ عبد الغنی عریسی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ عبد الکریم الخلیلی ان کا سرگروہ تھا۔ جمال پاشا ۱۹۱۴ء کے اواخر میں شام و فلسطین کے عامل مقرر ہو کر دمشق پہنچے۔ وہ ایک نکتہ رس اور بیدار مغز بزرگ تھے۔ ان لوگوں کے تیور دیکھ کر انہوں نے فوراً ان کے عزائم پر اطلاع حاصل کر لی۔ وہ اگر چاہتے تو تشدد سے اس فتنہ کو دبا سکتے تھے لیکن جمال پاشا اور دوسرے

Marfat.com

نوجوان ترک وطنی تحریکوں کے حامی تھے۔ اور اُن کے نزدیک ہر قوم کو یہ حق حاصل تھا کہ اپنے لئے کامل خود مختار حکومت کا مطالبہ کرے۔ اس لئے اُنہوں نے ان مدعیان وطنیت کا حوصلہ بڑھایا۔ اور اُن کے جلسوں اور مظاہروں میں خود شریک[1] ہوتے رہے۔ لیکن ان بدبختوں نے پاشائے موصوف کے احسانات کی قدر نہ کی۔ عبدالکریم الخلیلی بظاہر تو یہ کہتا تھا کہ شام و فلسطین کے شجاع عرب ایسی نازک ساعت میں خلیفۃ المسلمین کے وفادار رہیں گے۔ اور ایک خاص مجلس میں اپنے رفقا سمیت حلف وفاداری اُٹھا چکا تھا لیکن دراصل ترکوں کے خلاف برابر سازشیں ہو رہی تھیں اور ارباب شر و فساد سیدون اور طائر کے اضلاع میں بغاوت برپا کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ جون ۱۹۱۵ء میں جمال پاشا کو اطلاع ملی کہ شام میں بغاوت کا فتنہ سر اُبھارا چاہتا ہے۔ اُنہوں نے دیکھا کہ اصلاح کی تمام راہیں مسدود ہو چکی ہیں۔ تو عبدالکریم اور اُس کے رفقا کی گرفتاری کے احکام صادر کر دیئے +

سازش کا انکشاف اب عجیب عجیب راز کھلے۔ کئی دستاویزیں پیش ہوئیں جن سے معلوم ہوا کہ بغاوت کی ساری بخت و پز ہو چکی تھی۔ ایک اور اطلاع یہ بھی ملی کہ شام کے عیسائی اس ملک میں فرانسیسی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ عرب یہ سن کر بے حد برافروختہ ہوئے اور شام و فلسطین کے تمام عیسائیوں کو تہ تیغ کرنے کا ارادہ کر لیا لیکن جمال پاشا کے حسن تدبر نے ملک کو خونریزی سے بچا لیا +

[1] اگر عرب اس وقت ترکی کا ساتھ دیتے تو کیا عجب تھا کہ وطن پرست ترک شام و فلسطین، عراق اور حجاز کی عنان اختیار عربوں کے سپرد کر دیتے +

Marfat.com

عبد الکریم الخلیلی کی گرفتاری نے سازشیوں کی کمر توڑ دی۔ جماعت مصلحین کے ارکان جہاں جہاں موجود تھے۔ گرفتار کر لئے گئے لیکن اس وقت تک کوئی ایسی دستاویز قبضہ میں نہیں آئی تھی جس سے شریف حسین کے ساتھ سازشیوں کا تعلق ثابت ہو سکتا۔ جمال پاشا تو اس قضیہ میں اُلجھے ہوئے تھے۔ اور اُدھر شریف حسین مصر کے ہائی کمشنر سر ہنری میکموہن سے گفت و شنید میں مصروف تھا۔ جنوری ۱۹۱۶ء تک یہ گفت و شنید مکمل ہو گئی +

فیصل قسطنطنیہ میں اگر شام کے باغیوں کو اپنے ارادوں میں کامیابی ہوتی تو حسین شام میں بغاوت برپا ہوتے ہی اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیتا۔ لیکن مشکل یہ آپڑی کہ اُدھر اتحادیوں کی فوجیں درہ دانیال سے پسپا ہو رہی تھیں۔ اور اُدھر سازش ناکام ہو چکی تھی۔ اس لئے کچھ دیر انتظار کرنا پڑا۔ اس تاخیر و تعویق کی ضرورت اس لئے بھی پیش آئی کہ شریف حسین ترکوں سے روپیہ اور سامانِ حرب حاصل کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ فیصل کو قسطنطنیہ بھیجا گیا۔ اُس نے خلیفۃ المسلمین کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنی اور اپنے باپ کی وفاداری کا یقین دلایا۔ اور کہا کہ عرب کا بچہ بچہ خلافت اسلامیہ کے تحفظ کی خاطر جان نثار کر دینے پر آمادہ ہے۔ یہ تدبیر کارگر ہوئی۔ اور فیصل نے تقریباً ساٹھ ہزار پونڈ نقد اور بہت سا ذخیرہ حرب حاصل کر لیا +

جن دنوں عبد الکریم الخلیلی۔ رضا بے وغیرہ کو سزائے موت دی گئی فیصل دمشق میں موجود تھا۔ وہ خائف تھا کہ کہیں اُن میں سے کوئی راز فاش نہ کر دے لیکن خیر گذری کہ کسی نے زبان تک نہ ہلائی۔ کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ جب ایک سازشی کو سزائے موت دی جا رہی تھی۔ فیصل سے ضبط نہ ہو سکا۔ اور اُس نے جمال پاشا

135836

Marfat.com

کی جانب رُخ کرکے کہا۔ "آپ کو اس ظلم کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا"۔ اس کی اس غیر معمولی جسارت نے پاشائے موصوف کو برافروختہ کر دیا۔ اور اگر فیصل کے بعض دوست جو استنبول میں اعلیٰ عہدوں پر مامور تھے۔ اس کی جانب سے معذرت کرکے معاملہ رفع دفع نہ کر دیتے۔ تو شاید اس کا بھی وہی حشر ہوتا جو ان سازشیوں کا ہو چکا تھا۔ لیکن اس روایت کی صحت محل نظر ہے۔ جمال پاشا[1] نے اپنے تذکرے میں اس واقعہ کا کہیں ذکر نہیں کیا۔

انور و جمال کے قتل کی سازش فروری ۱۹۱۶ء میں انور پاشا اور جمال پاشا مدینہ پہنچے فیصل اُن کے ہمراہ تھا۔ اس سفر کی غرض و غایت یہ تھی کہ سویز کی مہم میں شرکت کے لئے جو فوج جمع کی گئی تھی۔ اُس کا معائنہ کریں۔ یہاں پانچ ہزار نبرد آزما جمع تھے انور پاشا اور جمال پاشا نے اس فوج کا معائنہ کیا۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ یہ تلواریں جن کی تابش دیکھ دیکھ کر ہم خوش ہو رہے ہیں۔ ترکوں کے خون سے اپنی پیاس بجھائیں گی؛ شریف حسین نے انکے اعزاز میں ایک ضیافت دی اور اپنی کامل وفاداری کا یقین دلایا۔ اُدھر عرب کے بعض شیوخ میں یہ مشورہ ہو رہا تھا کہ انور و جمال کو تلوار کے گھاٹ اُتار دیا جائے۔ اُسی رات کو چند اکابر فیصل کے پاس یہ تجویز لے کر پہنچے۔ فیصل نے جواب دیا تجویز تو معقول ہے۔ لیکن عرب جسے اپنی مہمان نوازی پر فخر ہے۔ دنیا کو کیا مُنہ دکھائے گا؟

---

[1] جمال پاشا مرحوم کا تذکرہ جو دراصل مرحوم کا روزنامچہ ہے۔ پہلے ترکی زبان میں شائع ہوا۔ علی احمد شکری نے اسے عربی میں منتقل کیا۔ اس کا ترجمہ انگریزی میں ہچنسن کمپنی نے شائع کیا ہے۔

Marfat.com

شریف حسین کا پیغام انور پاشا واپس قسطنطنیہ پہنچے تو شریف حسین کا ایک تار موصول ہوا جس کا مفہوم یہ تھا کہ تبوک سے مکہ تک میری حکومت تسلیم کرلی جائے۔ اور جماعت مصلحین کے جو ارکان قید ہیں۔ اُنہیں فوراً رہا کردیا جائے۔ اس تار نے شریف حسین کے عزائم کو بالکل بے نقاب کردیا تھا۔ لیکن فیصل نے گڑگڑاکر کہا کہ اس بارہ میں یقیناً کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ چنانچہ اس تار کا جواب یہ دیا گیا کہ خود مختاری کے مطالبہ کا یہ وقت نہیں۔ فیصل نے مئی میں مدینہ مراجعت کی۔ جمال پاشا اگر چاہتے تو اُسے نہ جانے دیتے۔ لیکن جب اُس نے اجازت طلب کی تو اُنہوں نے فوراً درخواست منظور کرلی۔ لیکن ساتھ ہی اپنے ایک افسر فخری بے سے کہدیا کہ فیصل جاتے ہی گل کھلائیگا۔ اور عرب میں بغاوت برپا ہو جائے گی۔ آخر یہی ہوا اور ۲ رجون کو مدینہ کے شمال میں ریلوے لائن پر حملہ کردیا گیا۔

غرض کہ یہ ہے شریف حسین اور اُس کے رفقا کی حیلہ سازیوں کی مختصر داستان۔ جسے مغربی مصنفوں کی رنگ آمیزیوں نے کچھ کا کچھ بنادیا ہے۔

بغاوت کا اعلان شریف حسین نے ۲۷ رجون ۱۹۱۶ء کو اپنی خود مختاری کا اعلان کیا۔ یہ اعلان ترکوں کے گناہوں کی ایک طویل فہرست پر مشتمل تھا۔ کہیں ترکوں کے مفروضہ الحاد کی داستان تھی۔ کہیں استخفاف شریعت کا افسانہ تھا۔ کہیں انجمن اتحاد و ترقی کے ارکان کی بے اعتدالیوں کا ذکر تھا۔ اور کہیں شام اور فلسطین کے اُن افسرار کا ماتم تھا جنہیں جمال پاشا نے سزائے موت دی تھی۔ اس پیر زمین گیر نے اپنے اعلان میں دنیا کو یہ یقین دلانے کی کوشش کی تھی۔ کہ ترکوں کی بدعنوانیاں حد سے بڑھ گئی ہیں اور اب اصلاح کے تمام دروازے بند ہو چکے

ہیں +

فیصل کا خیال تھا کہ وہ چند گھنٹوں میں مدینہ پر قبضہ کرلے گا۔ لیکن یہ امید بر نہ آئی۔ اُس نے مدینہ پر نہایت بے جگری سے حملہ کیا۔ لیکن عین معرکہ میں ایک قبیلہ کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ اُس کا بھاگنا تھا کہ ساری فوج بھاگ نکلی۔ اور فیصل کو اپنے کیمپ میں جو مدینہ سے مغرب کی جانب تھا پناہ لینی پڑی +

مکہ معظمہ اور جدہ پر حملے

اُدھر مکہ معظمہ میں شریف حسین نے ترکوں پر حملہ کرکے قلعہ پر قبضہ کرلیا۔ ترک نہایت شجاعت سے لڑے اور سب کے سب کٹ مرے حیرت ہے کہ شریف حسین نے باایں ہمہ ادّعائے اسلام پرستی۔ اس معرکہ میں بے حد قساوت قلبی کا ثبوت دیا۔ ترکوں کا خون نہایت بے دردی سے بہایا گیا اور ترک قلعدار کی نعش کو اس دیارِ مقدس کے گلی کوچوں میں گھسیٹا گیا۔ مورخ کا قلم ہمیشہ اُن مظالم کا ماتم کرتا رہیگا۔ جو ترکوں پر اس بلد آمن میں توڑے گئے! اور اسلام کا مجدد شرف ہمیشہ اس واقعہ پر نوحہ گزر رہے گا۔ کہ حرم پاک میں جہاں ہر ذی حیات کو امان دی جاتی ہے فرزندانِ توحید کو امان نہیں دی گئی + ؎

پائی نہ تیغ عشق سے ہم نے کہیں پناہ
قُربِ حرم میں بھی ہیں تو قربانیوں میں ہم

جدہ پر عربوں نے پانچ دن کے مختصر عرصہ میں قبضہ کرلیا۔ لیکن اس فتح مندی میں حسین کے مسیحی حلیف برطانیہ کی اعانت بھی شریک تھی۔ کپتان بائل کی سر کردگی میں پانچ انگریزی جہاز بھیجدیئے گئے تھے۔ عربوں نے خشکی سے حملہ کیا۔

Marfat.com

انگریزی جہازوں نے سمندر سے گولہ باری کی۔ تاریخ میں یہ اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ ہے۔ اس سے پہلے کسی مسیحی سلطنت کو اس طرح عرب کے امن و سکون میں خلل انداز ہونے کی جرأت نہیں ہوئی تھی +

مدینہ سے پسپائی | فیصل مدینہ کے باہر بیٹھا نو خائز حرب کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے کئی قاصد رابغ[1] بھیجے۔ لیکن انگریزوں نے صرف کچھ زنگ خوردہ جاپانی بندوقیں بھیج دیں۔ انگریزوں نے انہیں دنوں ینبوع کے فوجی استحکامات پر قبضہ کر لیا۔ فیصل انگریز کرنیل سے جو اس دستہ کا افسر تھا۔ ملا اس نے کچھ توپیں دے کر فیصل کی اشک شوئی کر دی +

فیصل نے پھر مدینہ پر حملہ کیا۔ لیکن ترکوں کے سامنے ایک پیش نہ گئی۔ وہ بڑی بڑی اُمیدیں لے کر آگے بڑھتا تھا اور ترکوں کی شجاعت کی چٹان سے ٹکرا کر عجز و درماندگی کے احساس کے ساتھ پیچھے ہٹ جاتا تھا فیصل دل شکستہ ہو گیا۔ قبائل آہستہ آہستہ اُس کا ساتھ چھوڑ رہے تھے۔ روپیہ اور سامان حرب کی کمی تھی۔ اور اس عرصہ میں اُسے شدید نقصان اُٹھانا پڑا تھا۔ شریف حسین مکہ میں تھا۔ عبداللہ بھی اُس کے پاس تھا۔ اور علی اور زید رابغ میں تھے۔ آخر فیصل بھی حوالی مدینہ سے پسپا ہو کر ساحل کے قریب پہنچ گیا لیکن اہل قبائل کا ایک دستہ ترکوں کی چوکیوں پر حملے کرتا رہا۔ حملہ و دفاع کا یہ سلسلہ جاری تھا کہ یکایک صحرائے عرب کی غیر محدود وسعت سے ایک پُراسرار اجنبی نمودار ہوا جس نے آتے ہی جنگ کا نقشہ بدل دیا۔ یہ شخص لارنس تھا جس کے کارناموں کا تفصیلی تذکرہ ہمارا مقصود اصلی ہے +

[1] رابغ بحیرۂ قلزم کے ساحل پر ایک بندرگاہ ہے +

Marfat.com

Marfat.com

کرنیل لارنس فوجی وردی میں

Marfat.com

پانچواں باب

ٹامس ایڈورڈ لارنس

ٹامس ایڈورڈ لارنس کی ولادت ۱۸۸۸ء میں بمقام ٹریمیڈوگ ہوئی جو شمالی ویلز میں واقع ہے۔ اُس کا باپ ٹامس لارنس آئرش نسل سے تھا۔ اور اُس کی ماں جو کچھ عرصہ تک دین مسیحی کی تبلیغ کرتی رہی ہے۔ ایک انگریز خاتون + لارنس کے سوانح نگار ٹامس لاول نے اُس کے نام و نسب کے متعلق بعض عجیب و غریب غلط بیانیاں کی ہیں۔ مثلاً وہ لکھتا ہے کہ سر جان لارنس اور سر ہنری لارنس جو غدر ۱۸۵۷ء کے سلسلہ میں شہرت حاصل کر چکے ہیں۔ لارنس کے اجداد میں تھے۔ لیکن یہ قطعاً غلط ہے + خود لارنس اور آپ کے دوسرے سوانح نگاروں نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ لارنس کا باپ ایک معمولی شخص تھا۔ جسے کوئی خاص عزت یا وجاہت حاصل نہیں تھی +

تعلیم | لارنس کی تعلیم مختلف مکاتب میں ہوئی۔ اُس نے اپنی ابتدائی عمر کا کچھ عرصہ نیو سکاٹلینڈ میں بسر کیا کچھ فرانس اور ہمپ شائر میں + تعلیم کے ابتدائی مراحل طے کرنے کے بعد وہ آکسفورڈ کے جیزز کالج میں داخل ہو گیا۔ انگلستان کا ایک اہل قلم رابرٹ گریوز جس نے اُس کے سوانح حیات نہایت شرح و بسط سے لکھے ہیں لکھتا ہے

Marfat.com

کہ لارنس کو مبدء فیاض نے علمی ذوق عطا کرنے میں نہایت فیاضی سے کام لیا تھا وہ تعلیم سے غیر معمولی شغف وانہماک رکھتا تھا۔ کالج میں داخل ہونے سے پیشتر ہی اُس نے عربوں اور ترکوں کے متعلق کافی ذخیرۂ معلومات فراہم کر لیا تھا۔ اور اکثر اوقات اُس کے قلب میں یہ خواہش پیدا ہوتی تھی کہ اے کاش عربوں کو ترکوں کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے پر آمادہ کیا جا سکتا!

سیاحت لارنس کو اپنے امتحان کے سلسلہ میں ایک مقالہ لکھنا تھا۔ مقالہ کا موضوع تھا "قرونِ وسطیٰ کے فرنگستانی فنِ تعمیر پر حروبِ صلیبیہ کے اثرات" انگلستان اور فرانس کی وہ تمام عمارتیں جو قرونِ وسطیٰ کی یادگار ہیں۔ اُس کی نظر سے گزر چکی تھیں ۱۹۰۹ء میں اُس نے صلیبی نبرد آزماؤں کے آثارِ باقیہ کا معائنہ کرنے کی غرض سے شام اور فلسطین کا سفر اختیار کیا۔ اس مقصد کے لئے اُس نے ٹوٹی پھوٹی عربی سیکھ لی تھی۔ اُس کی ساری کائنات ایک کیمرے پر مشتمل تھی۔ اُس کی حیرت انگیز جرأت اور بے باکی کا ثبوت اُسی وقت سے ملنا شروع ہو گیا تھا جبکہ اُس نے اس کم مائگی اور بے سروسامانی کے عالم میں فلسطین اور سیریا کا پاپیادہ سفر کیا۔ وہ حیفہ سے ہوتا ہوا کوہستان طارس تک چلا گیا۔ وہ قریہ قریہ اور شہر شہر گھوم کر حروبِ صلیبیہ کے زمانہ کے آثار کا معائنہ کرتا تھا۔ اور بادیہ نشین عربوں کی مہمان نوازی کی بدولت اُسے طعام و قیام پر کچھ صرف بھی نہیں کرنا پڑتا تھا۔ شام میں ایک ترکمان نے اُس پر قاتلانہ حملہ کیا۔ اور اُسے مجروح کر کے اُس کی جیب سے گھڑی نکال کر لے گیا۔ اس حادثہ کے بعد اُس نے عربوں کی ایک قریبی بستی میں رات گزاری۔ یہ لوگ اس قدر نیک اور مہمان نواز تھے کہ اُنہوں نے چور کو مالِ مسروقہ سمیت لارنس کے سپرد کر دیا۔

Marfat.com

یہیں پہلی مرتبہ لارنس کو صحرائے عرب کی عظمت کا احساس ہوا۔ وہ ایک پرانے قلعہ کے کھنڈروں کا معائنہ کر رہا تھا کہ اُس کے عرب بدرقہ نے اُسے یاسمین اور بنفشہ کے پھول دکھائے۔ جن کی نکہت سے روح بالیدہ ہوتی تھی۔ اور پھر غیر محدود ریگ زار پر نظر دوڑا کر کہا "صحرا کی ہوا میں جو تازگی اور نکہت ہے۔ وہ یاسمین اور بنفشہ میں کہاں"؟

لارنس چار ماہ کی مختصر سیاحت کے بعد گھر لوٹا تو شام کی ایک اور دعوت کو اپنا منتظر پایا یعنی میگڈلین کالج نے اُسے آثار قدیمہ کی تحقیق و تدقیق کی غرض سے چار سال کے لئے وظیفہ دینا منظور کر لیا۔ اور وہ پھر فرات کی شاداب وادی میں پہنچ گیا۔ جہاں ڈاکٹر ہوگرتھ کی نگرانی میں ایک قدیم شہر کے آثار کی کھدائی ہو رہی تھی۔ یہ کام اُس کے ذوق و وجدان سے خاص مناسبت رکھتا تھا۔ اس لئے وہ ۱۹۱۰ء سے آغاز جنگ عمومی تک شام میں رہا۔ ۱۹۱۱ء میں ڈاکٹر ہوگرتھ کی جگہ ایک اور انگریز ماہر آثار قدیمہ یونارڈ وُولی نام نے لے لی۔

بغداد ریلوے اس زمانہ میں قسطنطنیہ سے بغداد تک ریلوے کی تعمیر ہو رہی تھی۔ جرمن انجینیر دریائے فرات پر ایک پُل بنا رہے تھے۔ لارنس کے پردۂ بصیرت پر مستقبل کے واقعات کا نقشہ کھنچ چکا تھا۔ اور وہ جانتا تھا کہ مشرق میں جرمنوں کی مداخلت خالی از علت نہیں۔ چنانچہ اُس نے لارڈ کچنر کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ اسکندرونہ[1] کو جرمنوں کے قبضہ میں کیوں دیدیا گیا ہے؟ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ڈسرلی[2] نے

---

[1] معاہدہ برلن کی رُو سے اسکندرونہ جرمنوں کے قبضہ میں چلا گیا تھا۔

[2] ڈسرلی انگلستان کا مشہور مدبر عرصہ تک وزارت عظمٰے کے عہدہ پر سرفراز رہا (ملاحظہ ہو صفحہ ۲۸)

Marfat.com

ایک مرتبہ کہا تھا کہ "اس بندرگاہ پر امن عالم کا دارومدار ہے" +

لارڈ کچنر نے جواب دیا کہ "میں تو بار بار توجہ دلا چکا ہوں۔ لیکن صیغہ خارجہ کو اس کی کوئی پروا نہیں + دو سال میں ایک عالمگیر جنگ چھڑنے والی ہے۔ میں یا تم اُسے نہیں رُوک سکتے۔ جاؤ اپنا کام کرو" +

جرمنوں سے لارنس کو نفرت تھی۔ اُس کی زندگی کے اس عہد میں ایسے متعدد واقعات ملتے ہیں جن سے اس کو تقویت ہوتی ہے۔ وہ ہمیشہ جرمنوں کو چھیڑتا رہتا تھا۔ اور بعض مرتبہ تو آپس میں لڑائی ہوتے ہوتے رہ گئی جرمن انجینروں کے غیر دانشمندانہ طریقِ عمل نے خود اُن کے عرب اور کرد مزدوروں کے اندر اضطراب پیدا کر دیا تھا۔ کئی مرتبہ ہنگامہ و فساد تک نوبت جا پہنچی۔ لارنس ایسے مواقع پر ہمیشہ مزدور کا ساتھ دیا کرتا تھا۔ اور اُس کی یہ مداخلت جہاں اُسے عربوں اور کردوں میں ہر دلعزیز بنا رہی تھی۔ وہاں جرمنوں کے لئے اُس کا وجود مسلسل اور پیہم پریشانیوں کا باعث بنا ہوا تھا

کسی اجنبی قوم میں قبول و رسوخ حاصل کرنے کے لئے اُس کے قومی خصائص آداب معاشرت اور روایات کا مطالعہ ضروری ہے۔ لارنس نے یہاں رہکر عربوں کی زندگی کے ہر پہلو کو فکر و غور کی روشنی میں دیکھا۔ اور اُس پر جہاں یہ راز کھل گیا کہ عرب ایک سیدھی سادی قوم ہے۔ جو ہر شخص پر اعتماد کر لیتی ہے۔ جسے اُن کی روایات سے ہمدردی ہو۔ وہاں اُسے یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ اُسکی

(حاشیہ صفحہ ۲۹) وہ عام طور پر لارڈ بیکنسفیلڈ کے نام سے مشہور ہے۔ اور انگریزی زبان کے بہترین افسانہ نگاروں میں سمجھا جاتا ہے۔ انگریزوں کی گردن ہمیشہ اُس کے احسان سے خم رہے گی کہ اُس کے تدبر کی بدولت نہر سویز برطانی حیطۂ اقتدار میں آئی +

فطرت میں بعض ایسی قوتیں پوشیدہ ہیں جنہیں اگر صحیح طور پر استعمال کیا جائے۔ تو بہت بڑے کارنامے انجام دیئے جا سکتے ہیں۔ عربوں میں جو اس نے قبول عام حاصل کر لیا تھا۔ اس کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے ہو سکتا ہے :۔

مس گرٹروڈبل اس وقت جتنے انگریز کھدائی کے کام پر مامور تھے۔ ان میں صرف لارنس ہی ایسا تھا جو ابھی ازدواج کی زنجیروں میں اسیر نہیں ہوا تھا۔ اتفاق یہ کہ اُن دنوں مشہور سیاح عورت مس گرٹروڈبل جو صحرائے عرب میں عرصہ تک رہی ہے اس گاؤں میں وارد ہوئی۔ اہلِ قریہ نے مس بل کے وُرود سے یہ نتیجہ نکالا۔ کہ وہ لارنس کی منسوبہ ہے۔ اور اُس سے شادی کے لئے آئی ہے۔ چنانچہ سارے گاؤں میں خوشیاں منائی گئیں۔ مس بل کا قیام نہایت مختصر تھا۔ وہ جب شام کو رخصت ہونے لگی۔ تو گاؤں والوں نے یہ سمجھا۔ کہ مس بل نے لارنس کو پسند نہیں کیا۔ اور وہ اس کی رفیقۂ حیات بننے پر آمادہ نہیں۔ چنانچہ اس گاؤں کی ساری عرب آبادی اس غرض سے جمع ہو گئی کہ اس "افرنجیہ" کو نہ جانے دیا جائے۔ اگر لارنس بلطائف الحیل انہیں رُوک نہ دیتا۔ اور مس بل کی رخصت کی کوئی اور تاویل نہ کر دی جاتی۔ تو وہ یقیناً اُسے گاؤں سے باہر قدم نہ رکھنے دیتے +

آخر صحرا کی اس پُرسکون زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔ جنگ کی آگ اپنی تمام شعلہ سامانیوں کے ساتھ بھڑک اُٹھی۔ اور لارنس نے محسوس کیا۔ کہ اب علمی تحقیق و تدقیق کے بجائے اُسے جنگ کے رعدو برق میں اپنے ذوق کی پذیرائی کا سامان تلاش کرنا چاہئے ❊

Marfat.com

چھٹا باب

لارنس ایک جاسوس کی حیثیت میں

لارنس نے جب فوج میں بھرتی ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ تو طبی مجلس ممتحنہ کے اعضاد ارکان نے اُس کا قدو قامت اور ڈیل ڈول دیکھ کر جواب دیا۔ "میاں صاحبزادے! تم ابھی آگ اور خون کی ہولی کھیلنے کے قابل نہیں۔ گھر چلے جاؤ اور دوسری جنگ کا انتظار کرو"

اُس نے تین مختلف مقامات پر فوج میں شامل ہونے کی کوشش کی۔ اور ہر جگہ تقریباً انہیں الفاظ سے اُس کے والہانہ اشتیاق کی پذیرائی کی گئی۔

اگر ان لوگوں سے اُس وقت کہا جاتا کہ آج سے چار سال بعد یہی لڑکا دمشق میں ایک فاتح کی حیثیت سے داخل ہوگا۔ اور ساری مہذب دنیا اُس کے کارناموں کے ذکر سے گونج اُٹھیگی۔ تو وہ یقیناً اسے مجذوب کی بڑ سے زیادہ اہمیت نہ دیتے۔

لارنس فوج میں بھرتی تو نہ ہوسکا لیکن تھوڑے دنوں میں ہی اُسے برطانیہ کے صیغہ خفیہ میں لے لیا گیا۔ صحرائے عرب کے متعلق اُس کا علم بہت

عربوں کے رسم و رواج۔ اور فطری رجحان کا مطالعہ بامعان نظر کر چکا تھا۔ اور اس بازار میں اسی متاع کی قدر تھی۔ اُس کا وجود صیغۂ خفیہ کے لئے مفید ثابت ہوا۔ اور وہ علم جو اُس نے عربوں اور ترکوں کی مہمان نوازی کی بدولت حاصل کیا تھا عربوں اور ترکوں کو تباہ کرنے کے کام آیا ٭

پُراسرار اعمال | برطانیہ کے صیغۂ خفیہ کے اندرونی حالات کس کو معلوم ہیں؟ ہماری اطلاعات کا ماخذ وہی کتابیں ہیں جن کے نقوش انگریزی مصنفین کے قلم کے رہینِ منت ہیں۔ لیکن ان کتابوں میں صیغۂ خفیہ کے تمام کارنامے کہاں؟ بہتیرے واقعات ایسے ہیں جو دنیا کو نہیں بتائے گئے۔ اور شاید کبھی نہیں بتائے جائیں گے لیکن جو کچھ بتایا گیا ہے۔ وہ بھی غنیمت ہے۔ کم از کم ہم لارنس کو نہر سویز میں سفر کرتے تو دیکھ سکتے ہیں۔ یہ اَور بات ہے کہ ہمیں اُس کے مقاصد اور سفر کی تمام تفاصیل معلوم نہیں۔ پھر یہی شخص ہمیں مصر کے مغربی علاقہ میں جہاں شیخ سنوسی اور اُن کے متبعین آباد ہیں عربی لباس پہنے دکھائی دیتا ہے۔ لیکن اُس کے عزائم ہماری نگاہ سے پوشیدہ ہیں۔ کہتے ہیں کہ وہ اُن انگریزوں کا سراغ لگانے گیا تھا جنہیں عربوں نے گرفتار کر کے اسیرِ زنداں کر رکھا تھا۔ اس کے بعد اُسے ہم یونان کے پایۂ تخت ایتھنز میں دیکھتے ہیں۔ وہ وہاں کیا کرنے گیا تھا؟ اس سوال کے جواب میں تمام مغربی تذکرہ نگاروں کا قلم خاموش ہے ٭

زمانۂ جنگ میں جن غدار عربوں نے ترکوں کے خلاف فلسطین۔ عراق اور شام میں سازشیں کیں۔ ترکی افواج کی نقل و حرکت کی اطلاع انگریزوں اور فرانسیسوں کو دیتے رہے۔ اُن میں بڑے بڑے صاحب جبہ و عمامہ شیوخ تھے۔ ان لوگوں کو

Marfat.com

لارنس کے توسط سے ہدایات ملتی تھیں۔ اسی کی معرفت روپیہ دیا جاتا تھا۔ غرض کہ لارنس اپنی استعداد خاص کی بدولت تھوڑے دنوں میں ہی اُن عرب جاسوسوں کا سردار بن گیا جو حجاز مقدس سے ایشیائے کوچک تک پھیلے ہوئے تھے ❖

اُنہیں دنوں لارنس کو مصر کی خفیہ سیاسی مجالس کا سراغ لگانے کے لئے مقرر کیا گیا۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ لارنس نے حصول مقصد کے لئے کیا طریقے اختیار کئے لیکن ہمیں اس قدر بتایا گیا ہے۔ کہ اس مقصد میں بھی اُسے کامیابی ہوئی۔ دنیا میں غداروں کی کمی نہیں۔ ہر مجلس۔ ہر ادارہ۔ ہر حکومت میں ایسے لوگ موجود ہوتے ہیں جو چند روپوں کے عوض اپنی قوم و وطن کے بہترین مقاصد کو فروخت کرنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے۔ ان مجالس میں بھی ایسے لوگ تھے۔ لارنس اُن سے ملا۔ اور معاملہ طے ہوگیا۔ ضمیر کا نرخ چکایا گیا۔ غداری کی قیمت ادا کردی گئی۔ اور لارنس کو ان مجالس کے تمام ارکان کے نام معلوم ہوگئے ❖

یہ مرحلہ طے ہوگیا۔ تو لارڈ کچنر کی بارگاہ میں لارنس کا اعتبار بھی فزوں ہوا اور اُسے خاص احترام کی نظر سے دیکھا جانے لگا ❖

میسوپوٹیمیا میں | یہ وہ زمانہ ہے۔ کہ جنرل ٹاؤنشنڈ قط العمارہ میں محصور ہوچکا تھا۔ اور یہ امید تھا کہ ترک قط العمارہ پر قبضہ کرلیں گے۔ انگریزوں نے چاہا کہ قط العمارہ کی ترکی فوج کے سالار جنرل نوری پاشا کو رشوت دے کر محصورین کو نجات دلائی جائے اس مقصد کے لئے موزوں و مناسب شخص کی تلاش ہونے لگی تو نگاہ انتخاب لارنس پر پڑی۔ چنانچہ اپریل ۱۹۱۶ء میں اُسے میسوپوٹیمیا بھیج دیا گیا ❖

لارنس دو اور افسروں کے ساتھ سفید جھنڈے اُڑاتا نوری پاشا

کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مصر میں وہ نہایت معمولی قیمت پر عربوں کے ضمیر خرید چکا تھا۔ اُسے اپنی ساحرانہ قوتوں پر پورا اعتماد تھا۔ لیکن اُس کے سارے ترغیبی حربے بیکار ثابت ہوئے۔ انگریز سمجھے تھے کہ جنرل نوری پاشا روپیہ لے کر قط کے محاصرہ سے دست بردار ہو جائیں گے۔ نوری پاشا نے اس کا وہی جواب دیا۔ جو ایک بہادر ترک دے سکتا ہے یعنی لارنس کی پیشکش بکمال حقارت مسترد کر دی گئی +

میسوپوٹیمیا کی برطانی فوج کا تعلق براہ راست حکومت ہند سے تھا۔ اور اگرچہ لارڈ کچنر کو سپہ سالار اعظم ہونیکی حیثیت سے اس فوج پر اختیار حاصل تھا۔ لیکن بعض معاملات میں اُسے حکومت ہند کی خواہشات کو ملحوظ رکھنا پڑتا تھا۔ لارڈ کچنر کی خواہش تھی کہ میسوپوٹیمیا کی خفیہ مجالس کے توسط سے اس ملک میں ترکوں کے خلاف بغاوت کرادی جائے۔ تاکہ برطانیہ کو جنگ کے دیوتا کی قربانگاہ پر جانوں کی نذر نہ چڑھانا پڑے۔ اور اُسے یقین تھا۔ کہ اگر اس سرزمین کے تمام قبائل اُٹھ کھڑے ہوں۔ تو جانی اور مالی نقصان کے بغیر انگریزوں کا علم اقتدار بغداد پر لہرا سکتا ہے۔ لیکن حکومت ہند کو اندیشہ تھا۔ کہ اگر عربوں کی خفیہ مجالس سے استمداد کی گئی۔ تو ممکن ہے کہ یہ ملک انگریزوں کی حمائت وحفاظت کی نعمت سے محروم ہو جائے یعنی وطن پرست عرب اس سرزمین میں آزاد اور مطلق العنان سلطنت قائم کرلیں چنانچہ اسی خیال کے پیش نظر ہندوستان سے ایک فوج بھیجی گئی۔ لیکن اس فوج نے متواتر شکستیں کھائیں اور بالآخر وہ قط العمارہ میں محصور ہو گئی +

لارنس جرنیل نوری پاشا سے ملاقات کر کے لوٹا۔ تو اس نے چاہا کہ دریائے فرات کی وادی میں جو قبائل آباد ہیں اُنہیں ترکوں کے خلاف برانگیختہ کیا جائے۔

Marfat.com

تاکہ قطالعمارہ کے محاصرے کا تعلق ترک فوج سے منقطع ہوجائے۔ اور اُسے سامان حرب نہ پہنچ سکے۔ لیکن حکومت ہند کی حکمت عملی اس کے خلاف تھی۔ اس لئے لارنس کو مجبوراً قاہرہ پلٹ آنا پڑا۔ وہ قاہرہ پہنچا ہی تھا۔ اطلاع ملی۔ کہ قط پر ترکوں نے قبضہ کرلیا۔

یہ وہ زمانہ ہے۔ جبکہ شریف حسین ترکوں کے خلاف بغاوت کا اعلان کر چکا تھا۔ ترک ہر جگہ اتحادی فوجوں کو پے در پے شکستیں دے چکے تھے۔ درہ دانیال سے انگریزی فوجیں نہایت شاندار طریق پر پسپا ہو چکی تھیں۔ قطالعمارہ کی انگریزی فوج بالکل بیکار کردی جا چکی تھی۔ شریف حسین کو خطرہ تھا۔ کہ بغاوت کامیاب نہیں ہوگی۔ اور اُس کا وہی حشر ہوگا۔ جو غداروں کا ہوا کرتا ہے۔ اُس نے بار بار انگریزوں سے مدد کی التجا کی لیکن مصر کی برطانی افواج میں اتنی سکت نہیں تھی۔ کہ شریف حسین کو بھی مدد دے سکیں۔

لارنس عرب کی بغاوت میں حصہ لینے کے لئے بیتاب تھا۔ لیکن اُسے اجازت نہیں ملی۔ چارو ناچار اُس نے درخواست کی۔ کہ مجھے دس دن کی رخصت دی جائے۔ کیونکہ میں بحیرۂ قلزم کے ساحل پر امن و سکون کی ساعتیں بسر کرنا چاہتا ہوں۔ درخواست منظور کرلی گئی۔ اتفاق یہ کہ سٹورس نام ایک افسر جس کا تعلق صیغہ خارجہ سے تھا شریف حسین کے پاس کسی اہم غرض سے جارہا تھا۔ لارنس[1] اُس کے ہمراہ چل پڑا۔

---

[1] لارنس اور لارنس کے تمام سوانح نگار یہی لکھتے ہیں کہ محکمہ جنگ نے اسے بغاوت عرب میں حصہ لینے کے لئے نہیں بھیجا۔ وہ از خود دس دن کی رخصت لیکر سٹورس کے ہمراہ عربستان میں چلا آیا۔

روانگی سے تھوڑی دیر قبل لارنس کو معلوم ہوا۔ کہ اُسے جاسوسی کے محکمہ سے "صیغہ بغاوت عرب" میں منتقل کر دیا گیا ہے۔ یہ ایک خاص صیغہ تھا جس کی عنان انتظام لارنس کے پرانے دوستوں لائیڈ اور ہوگرتھ وغیرہ کے ہاتھوں میں تھی۔ یہیں سے لارنس کی اُن سرگرمیوں کا آغاز ہوتا ہے۔ جن کی بدولت اُس نے غیر فانی شہرت حاصل کر لی ہے۔

ساتواں باب

لارنس ایک شامی عرب کے لباس میں

لارنس اکتوبر ۱۹۱۶ء میں جدہ پہنچا۔ عبداللہ جو آج کل شرق اردن کا فرمانروا ہے۔ جدّہ کی محافظ فوج کا سالار تھا۔ اُس نے لارنس کا استقبال کر کے اُسے جدّہ کے ایوانِ حکومت میں لا اُتارا۔ طعام سے فراغت حاصل ہوئی تو شکوؤں کے دفتر کھل گئے۔ عبداللہ نے اتحادیوں کی بے اعتنائی اور اپنی بیچارگیوں کا ذکر چھیڑ دیا۔ اُس وقت حالت یہ تھی کہ طائف پر عربوں کا قبضہ ہو چکا تھا۔ شریف حسین مکّہ معظمہ میں تھا۔ فیصل مدینہ سے پسپا ہو کر وادیٔ صفرہ میں پناہ گزین تھا۔ اور شریف کا بڑا بیٹا علی رابغ میں ایک مختصر جمعیت کے ساتھ موجود تھا۔ لیکن بغاوت کا پہلا سا زور نہیں رہا تھا۔ قبائل بددل ہو رہے تھے۔ ترک آگے بڑھ کر رابغ پر نشانِ فتح گاڑ دینا چاہتے تھے ۔

فیصل سے ملاقات لارنس نے یہ داستان اپنی کتاب "ریوولٹ ان دی ڈزرٹ" میں نہایت شرح و بسط سے لکھی ہے۔ اِس وقت وہ ایک ایسے شخص کی جستجو میں تھا جو عرب کے تمام قبائل کو متحد کرنے کی اہلیت رکھتا ہو۔ اُس نے عبداللہ کی خصائص سیرت کا مطالعہ بامعان نظر کیا۔ لیکن اُسے شرق اردن کے موجودہ فرمانروا میں یہ صلاحیت نظر نہیں آئی۔ وہ کس

Marfat.com

دن وہ رابغ پہنچا۔ علی اور زید سے ملا۔ وہ بھی اس استعداد سے محروم تھے۔ آخر اُس نے وادیٔ صفرہ میں جاکر فیصل سے ملاقات کرنے کی اجازت طلب کی۔ علی نے اُسے اجازت دے دی۔ لارنس ایک طویل سفر کے بعد وادیٔ صفرہ میں پہنچا۔ اُس نے اوّلین نظر میں معلوم کر لیا کہ اُسے جس چیز کی جستجو تھی۔ مِل گئی یعنی اُسے یقین ہو گیا۔ کہ فیصل بغاوت کو کامیاب بنانے کی اہلیت رکھتا ہے۔ لارنس نے یہ واقعہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے:-

"اندرونی کمرے کے اُس سرے پر ایک سیاہ دروازہ میں ایک شخص سفید لباس پہنے ہوئے میرا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے اوّلین نظر میں محسوس کیا کہ یہی وہ شخص ہے۔ جس کی جستجو مجھے عربستان میں کھینچ لائی ہے۔ یعنی یہی وہ قائد ہے۔ جو بغاوت عرب کو پوری طرح کامیاب بنا سکتا ہے"۔

فیصل کے ساتھ ایک عرب سپاہی مولود نام بھی تھا۔ وہ پہلے ترک فوج میں افسر تھا۔ میسو پوٹیمیا کے کسی معرکہ میں اسیر ہو کر برطانی سپاہیوں کے ہاتھ آیا۔ اور اُسے اس شرط پر آزادی عطا کی گئی کہ وہ عرب باغیوں کے ساتھ مل کر ترکوں سے لڑے چنانچہ وہ فیصل کی فوج میں شامل ہو گیا۔

فیصل نے لارنس کو بغاوت کے تمام حالات بتائے۔ اور کہا کہ ترک ہماری چوکیوں پر متواتر حملے کرتے رہتے ہیں۔ لیکن جنگ کا آغاز دشنام و طعن سے ہوتا ہے۔ گالیوں کے بعد گولیاں چلتی ہیں۔ اور جنگ چھڑ جاتی ہے۔ ترک پکار کر کہتے ہیں "او انگریزو!" عرب یہ سُن کر بے حد برافروختہ ہوتے ہیں۔ اور جواب میں پکارتے ہیں "او

جرمنو!"

لارنس کی تقریر | رات کو مختلف قبایل کے شیوخ کی ایک مجلس مشاورت منعقد کی گئی۔ لیکن کیسی کو نہیں بتایا گیا کہ یہ اجنبی جس کے خیالات سننے کے لئے انہیں دعوت دی گئی ہے۔ کوئی افرنجی الاصل مسیحی ہے۔ بلکہ لارنس کا تعارف ان الفاظ میں کرایا گیا۔ کہ یہ ایک شامی نوجوان ہے۔ جسے عرب کی "حرکت وطنیہ" سے ہمدردی ہے جب تمام لوگ جمع ہو چکے۔ تو لارنس اُٹھا۔ اور تقریر شروع کر دی۔ تقریر کا آغاز ان شامی باغیوں کے المناک ذکر سے ہوا۔ جنہیں غداری کی پاداش میں سزائے موت دے دی گئی تھی۔ لارنس نے اُن کا ذکر کر کے ایک کامیاب مثل کی طرح بیحد قلق و اندوہ کا اظہار کیا۔ لیکن عربوں کی نطری شرافت کو بغاوت بھی نہیں دبا سکی تھی۔ مجمع سے صدا بلند ہوئی کہ "اچھا ہوا ایسے غداروں کی یہی سزا تھی۔ اُن کا ارادہ تھا کہ اگر ترکوں کو شکست ہوئی۔ تو وہ افرنجی حکومت قبول کر لیں گے۔ لارنس نے اُن کے فحوائے کلام سے یہ معلوم کر لیا کہ اُنہیں یہ خطرہ ہے کہ انگریز ترکوں کو نکالنے کے بعد۔ اس ملک پر تصرّف نہ کر لیں۔ چنانچہ اُس نے اُنہیں سمجھایا۔ کہ جیسے فرانسیسوں کو جن کے ملک میں انگریزی عساکر جرمنوں سے پیکار آزما ہیں۔ انگریزوں سے اس قسم کا خطرہ نہیں۔ تو عربوں کو بھی بدگمانی نہیں کرنا چاہئے۔

عرب کی خود مختار سلطنت کا تصوّر بہت دلفریب تھا۔ لیکن عرب کبھی نہیں

لے ایک اور موقع پر لارنس نے اسی دلیل سے ایک عرب کو قائل کرنا چاہا تھا۔ لیکن وہ فوراً پکار اُٹھا "کیا تو فرانس کو عرب کی مقدس سرزمین سے تشبیہ دیتا ہے۔" دیکھئے "لارنس اور عرب" مصنفہ رابرٹ گریوز

بھول سکتا تھا۔ کہ ترک باایں ہمہ الحاد و زندقہ مسلمان ہیں۔ اُن کے خلاف تلوار اُٹھانا۔ اور مسیحوں سے اتحاد کرنا کیونکر درست ہو سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ دیا گیا۔ کہ جب مسیحی مسیحوں کے خلاف تلوار اُٹھانے میں کوئی تامل محسوس نہیں کرتے۔ تو مسلمانوں کو بھی اپنے وطنی مقاصد کی خاطر مسلمانوں سے پیکار آزما ہونے میں پس و پیش نہیں کرنا چاہیئے ٭

غرض کہ لارنس نے اپنی خطیبانہ سحرکاری کی بدولت مجمع کو مسحور کر لیا۔ عربوں کے اکثر شکوک رفع ہو گئے۔ اور یہ "شامی نوجوان" خاص احترام کی نظر سے دیکھا جانے لگا ٭

فیصل کے ساتھ آٹھ ہزار سپاہی تھے۔ جن میں بیشتر کوہستانی تھے۔ وہ اپنے شیوخ کے سوا اور کسی کی اطاعت نہیں کرتے تھے۔ شریف حسین اور اُس کے فرزندوں کے تدبر میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا۔ کہ انہوں نے بعض ایسے قبائل کو جن کے مابین صدیوں سے نزاع برپا تھا۔ متحد کر دیا۔ تاہم یہ اندیشہ تھا۔ کہ کہیں پھر وہ پُرانا جذبۂ عناد بیدار نہ ہو جائے ٭

لارنس عرب کے حالات کا معائنہ کر کے قاہرہ پہنچا۔ وہاں عربوں کی اعانت کے مسئلہ پر پہلے ہی غور و خوض ہو رہا تھا۔ لارنس نے قاہرہ کی برطانی افواج کے سالار اعظم سے مل کر اُسے بغاوت عرب کے بعض حقائق سے آگاہ کیا۔ اور کہا کہ اگر عرب میں برطانی فوج بھیجی گئی۔ تو اُس کے نتائج اچھے نہ ہوں گے۔ عرب اس سرزمین میں کسی اجنبی سلطنت کے عساکر کو نہیں دیکھنا چاہتے۔ اُن کے پاس کافی سامان حرب بھیج دیا جائے۔ مدینہ اور رابغ کے مابین جو کوہستانی علاقہ ہے۔ اُس پر وہ اپنا

تصرّف قائم رکھ سکیں گے۔ ادھر قاہرہ میں یہ فیصلہ ہو چکا تھا۔ کہ ایک فرانسیسی افسر کی سرکردگی میں فوج کا ایک دستہ بھیج دیا جائے۔ لیکن جب لارنس نے بتایا۔ کہ عربوں کی مذہبی روایات کا پاس ضروری ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ برافروختہ ہو کر اپنی بندوقوں کا رُخ انگریزوں کی جانب پھیر دیں۔ تو یہ ارادہ منسوخ کر کے فیصل کی افواج کے لئے ذخائر حرب بھیجنے کا حکم نافذ کیا گیا۔ اور اس طرح لارنس نے اتحادیوں کو ایک خوفناک غلطی سے بچا لیا۔

Marfat.com

آٹھواں باب

الوجہہ کی تسخیر

آخر اُمید کا آفتاب بندرگاہ ینبوع کے اُفق پر طلوع ہوا یعنی اتحادیوں کا بھیجا ہوا سامانِ حرب آپہنچا۔ کپتان گارلینڈ کو جو ایک نہایت تجربہ کار انگریز افسر تھا۔ عربوں کی فوجی تربیت کے لئے بھیجا گیا تھا۔ گارلینڈ انہیں ڈائنامیٹ اور دوسری آتشگیر اشیاء کا استعمال سکھاتا تھا۔ لارنس نے بھی گارلینڈ کے وسیع تجربہ سے استفادہ کیا۔

ہجوم دو دفاع کے دو خط قرار دیئے گئے فیصل نے ینبوع اور رابغ میں ترکوں کے ہجوم اور حملہ کو روکنا چاہا۔ جو ان پر قبضہ کر کے مکہ معظمہ کی جانب بڑھنا چاہتے تھے۔ اور الوجہہ پر جو ینبوع سے دو سو میل کے فاصلہ پر بحیرۂ قلزم کی ایک بندرگاہ ہے۔ ہجوم کا ارادہ کیا گیا۔ اگرچہ انہیں کئی مرتبہ ترکوں سے شکست کھا کر پسپا ہونا پڑا۔ لیکن انگریزی جہاز سمندر سے ترکوں کی فوج پر آگ برساتے تھے۔ اور طیارے فضا سے گولے پھینکتے تھے۔ جب ترکوں نے ینبوع پر یورش کی۔ تو انہیں تین دشمنوں سے مقابلہ کرنا پڑا۔ سامنے فیصل کی فوج تھی۔ جو جدید سامان حرب سے آراستہ تھی۔ بالائے سر برطانی طیارے پرواز کر رہے تھے۔ اور دہنی جانب سے برطانی جہاز گولہ باری

Marfat.com

میں مصروف تھے۔ ناچار اُنہیں ہٹ جانا پڑا +

قبائل کی جنگ | اس علاقہ کے تمام قبائل شریف حسین کی بادشاہت تسلیم کر چکے تھے۔ جنیہ۔ عجیل۔ حرب وغیرہ سب کے سب ترکوں کے مخالف تھے۔ قبائل اگرچہ طریق جنگ سے نابلد ہوتے ہیں۔ لیکن اُن کی شجاعت میں کسی کو کلام نہیں۔ ینبوع کے ایک معرکہ میں جبکہ عرصۂ کارزار گرم تھا۔ ایک قبیلہ کے لوگ یکایک ہٹے اور غائب ہو گئے۔ اُن کی غیر متوقع پسپائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ فیصل اور لارنس کو بھی ہزیمت اُٹھا کر ہٹ جانا پڑا۔ شام کو اُس قبیلہ کا سردار فیصل کے پاس آیا۔ اور جب اُس سے اس عجیب غریب طریق عمل کا باعث پوچھا۔ تو اُس نے نہایت لاپروائی سے جواب دیا: "ہم چائے پینے چلے گئے تھے"!

ان بے قاعدہ اور طریق حرب سے نابلد قبائل کے علاوہ باقاعدہ فوج بھی تھی جس کی قیادت عزیز المصری اور مولود کر رہے تھے۔ یہ دونوں نہایت آزمودہ کار سپاہی تھے۔ اور مدتوں ترکوں کی فوج میں رہ چکے تھے +

لیکن یہ نہ سمجھئے کہ حملہ و دفاع کے اس عہد میں لارنس محض تلوار کے جوہر دکھاتا رہا۔ بلکہ اُس نے ہر موقع پر اپنے خطیبانہ کمالات سے کام لینے کی کوشش کی۔ اُس نے فوجی وردی ترک کر کے عربی لباس اختیار کر لیا تھا۔ زبان بہت سے راز فاش کر دیا کرتی ہے۔ لیکن وہ عربی نہایت روانی سے بول سکتا ہے۔ یہ درست ہے کہ اُس کی زبان میں عربی فصاحت مفقود ہے۔ لیکن شام[1] کے دیہات میں تقریباً

[1] لارنس کی زباندانی کے متعلق مختلف بیانات ہیں۔ ٹامس لکھتا ہے۔ کہ وہ نہایت صحیح عربی بول سکتا ہے۔ رابرٹ گریوز نے اس خیال کی تردید کی ہے۔ لارنس نے خود اپنے الفاظ میں خود

اسی قسم کی زبان بولی جاتی ہے ۔لارنس کا سوانح نگار ٹامس لاول اُس کی مخصوص سرگرمیوں کے متعلق لکھتا ہے :۔

"لارنس نے صرف دو رفقا کے ساتھ صحرائے عرب کا سفر اختیار کیا۔ وہ خانہ بدوش قبائل کے قیامگاہ پر ٹھہر جاتا تھا اور شیوخ کو طلب کرکے نہایت صحیح اور بے عیب عربی زبان میں اپنے مقاصد بیان کرتا تھا۔ لارنس مسیحی تھا۔ اور اس ارض پاک میں اُس کا سفر مداخلت کا حکم رکھتا تھا۔ لیکن یہ حقیقت کہ وہ شریف حسین کے عزیز ترین فرزند سیّدی فیصل کا فرستادہ تھا۔ اس امر کی کافی ضمانت تھی کہ اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ رات کو نماز کے بعد وہ سیاہ خیموں کے سامنے بیٹھ جاتا تھا اور اپنے میزبانوں سے عرب کی گذشتہ عظمت اور موجودہ غلامی اور نکبت کا ذکر اس طرح کرتا تھا کہ قبیلہ کے ہر فرد کی رگوں میں خون جوش مارنے لگتا تھا۔ بکری کے کباب سامنے آتے۔ چائے کا دور چلتا تھا۔ اور لارنس نہایت دانشمندی سے ترکوں کو جزیرۃ العرب سے نکال دینے کے امکان پر بحث کرتا تھا۔ اس نے اُنہیں یقین دلایا۔ کہ اب اس امر میں پس و پیش کرنا مشیت ایزدی سے مقابلہ کرنے کا مرادف ہے کیونکہ اُن کا قدیم دشمن فرانسیسی، اطالوی اور روسی سپاہیوں سے جنگ و پیکار میں اُلجھا ہوا ہے۔ اور عربوں کے عزائم کی مزاحمت نہیں کرسکتا +

(بقیہ حاشیہ) ایک مکتوب میں اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ اگرچہ میں تقریباً بارہ ہزار الفاظ جانتا ہوں لیکن عربی زبان بہت وسیع ہے۔ اہلِ حجاز کی سی فصاحت کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہو سکتی۔

اگر لادل کے اس بیان کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو یہ ماننا پڑیگا، کہ عرب قبائل کے اتحاد میں لارنس کی سعی کا بہت بڑا حصہ تھا۔ اس بیان کو یا معان نظر دیکھئے لارنس نے بھی وہی حربہ استعمال کیا۔ جو اُس سے پہلے بغاوت کے دوسرے نقیب استعمال کر چکے تھے۔ یعنی عربوں کی عظمت و سطوت پارینہ کا ذکر کر کے اُنہیں ترکوں کے دائرۂ انقیاد سے نکلنے کی دعوت دی گئی۔ یہ دعوت کامیاب ثابت ہوئی۔ اور عرب قبائل گروہ در گروہ فیصل کے پاس پہنچنے لگے ۔

حملہ الوجہ کے مغرب کی جانب سمندر ہے۔ مشرق کی سمت میدان۔ اور جنوب کی طرف ایک خشک وادی۔ مشورہ کے بعد یہ قرار پایا کہ خشکی اور تری دونوں جانب سے حملہ کیا جائے۔ چنانچہ کپتان باتل۔ قبیلہ حرب اور قبیلہ جہینہ کے تقریباً ایک ہزار آدمیوں کو سمندر کی راہ سے بھیجا گیا اور باقی فوج جس کی تعداد دس ہزار تھی خشکی کے راستے سے بڑھی۔ الوجہ کے ترک گورنر نے جب یہ سُنا تو اُس نے تمام سپاہیوں کو جن کی تعداد دو سو سے متجاوز نہیں تھی۔ طلب کر کے ایک نہایت پرجوش تقریر کی جس کا ملخص یہ تھا۔ کہ ترکوں کو نہایت ثابت قدمی سے مدافعت کرنا چاہئے اور خود اپنے چند رفقا کے ساتھ رات کو ہی شہر سے نکل گیا۔ لیکن اس واقعہ سے ترکوں کے ثبات قدم میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اور اُنہوں نے اس شجاعت سے مدافعت کی کہ حملہ آور دنگ رہ گئے ۔

الوجہ کا معرکہ عرب کی تاریخ بغاوت میں بہت اہمیت رکھتا ہے۔ مٹھی بھر ترکوں نے جس دلیری اور پامردی سے دشمن کا مقابلہ کیا۔ اُسے تاریخ ہمیشہ یاد رکھے گی۔ بہت کم ایسا ہوا ہے کہ کسی شجاع قوم نے اپنے دشمن کی شجاعت

Marfat.com

کا اعتراف کیا ہو لیکن اس معرکہ کے تذکرہ میں انگریز مورخوں کے قلم سے بھی ایک آدھ تعریفی جملہ ٹپک پڑا ہے۔ حملہ کی تیاریاں جس زور شور سے کی گئیں اُن سے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ عرب ساری کائنات کو فتح کرنے نکلے ہیں۔[1] سمندر سے برطانی جنگی جہاز جن کی کمان خود امیر البحر واسلن ویمس کر رہا تھا۔ گولے برسا رہے تھے۔ ادھر نو ہزار شجاع عرب جو جدید ترین سامان حرب سے آراستہ تھے خشکی سے پیشقدمی کر رہے تھے۔ اور یہ سارا اہتمام کس لئے کیا گیا تھا؟ فقط دو سو ترک مجاہدین کے لئے! جب گولوں نے قلعہ کے استحکامات کو تباہ کر دیا تو قبائل جہینہ اور حرب کے افراد ساحل پر اترے۔ ادھر فیصل نے یورش کی۔ ترک نہایت پامردی سے لڑے۔ اور سب کے سب کٹ کر مر گئے۔ قتل و ہلاکت کا طوفان تھما اور تلوار نے دم لیا۔ تو غارت گری کی نوبت آئی۔ اور چند ساعتوں میں سارا شہر لوٹ لیا گیا۔ یہ واقعہ ۲۳ جنوری ۱۹۱۷ء کا ہے۔

[1] ایک عرب نے او جبہ پر قبائل کے ہجوم کا منظر دیکھ کر کہا تھا "ساری دنیا او جبہ کی جانب پیشقدمی کر رہی ہے"

نواں باب

بغاوت کی کامیابی کا پہلا مرحلہ

الوجہہ کی تسخیر بغاوت عرب کی تاریخ میں اس اعتبار سے بہت اہمیت رکھتی ہے۔ کہ اس کے بعد تمام ساحلی مقامات ترکوں کے قبضہ سے نکل گئے۔ اب یہ اندیشہ نہیں رہا تھا۔ کہ وہ سمندر کی جانب سے حملہ کر سکیں گے۔ فیصل کی اس کامیابی نے اتحادیوں پر حیرت انگیز اثر کیا۔ یا تو وہ عرب کی بغاوت سے قطعاً مایوس ہو چکے تھے۔ یا اب یہ اندیشہ دامنگیر ہو گیا۔ کہ عربوں کی فتحمندی کا سیلاب کہیں بڑھتا ہوا دمشق کی دیواروں تک نہ جا پہنچے۔ اور وہ ایک مشترکہ عرب سلطنت کی بنیاد ڈالنے میں کامیاب نہ ہو جائیں۔

مغرب میں عہود و مواثیق اس لئے نہیں کئے جاتے کہ انہیں پورا بھی کیا جائے۔ شریف حسین سے جو عہد کئے گئے تھے۔ وہ اس یقین اور اعتماد کے ساتھ کئے گئے تھے کہ بغاوت عرب کامیاب نہیں ہو گی۔ اور ان عہود کے ایفا کی نوبت نہیں آئے گی۔ شریف حسین سے پیمان وفا باندھنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ ترک فوج کا ایک بڑا حصہ عرب کی بغاوت فرو کرنے میں مصروف رہے

Marfat.com

وہ اتنا ضرور چاہتے تھے۔ کہ بغاوت[1] کا سلسلہ دیر تک جاری رہے۔ تاکہ ترکوں کو فلسطین اور عراق میں اتحادیوں کے مقابلہ پر اپنی تمام عسکری قوت جمع کرنے کا موقع نہ ملے، افسوس مغربی ملکیت کے دامن میں سب کچھ ہے۔ خلوص کی متاع نہیں!

غرض کہ جنگ کا نقشہ بدلتے ہی اتحادیوں کے طریقِ عمل میں بھی فرق آگیا۔ فرانس جو شام پر قبضہ رکھنا چاہتا تھا۔ عربوں کی پیش قدمی کو حیرت اور خوف کی نظر سے دیکھنے لگا۔ اب فرانس اور انگلستان دونوں میں سے ہر ایک کی یہی کوشش تھی کہ وہ عربوں کا اعتماد حاصل کرنے میں اپنے حریف پر گوئے سبقت لے جائے لارنس جب قاہرہ پہنچا تو فرانسیسی کرنل نے جو فرانس کے عساکر متعینہ مصر کا سالار تھا۔ اُسے طلب کر کے کہا کہ میں عقبہ پر قبضہ کر لینا چاہتا ہوں، عقبہ بحیرۂ قلزم کے انتہائی سرے پر ایک بندرگاہ ہے۔ اُس کا مقصد یہ تھا۔ کہ عقبہ پر قبضہ کر کے معان پر بھی تسلط کر لیا جائے۔ جو عقبہ سے اَسی میل کے فاصلہ پر واقع ہے +

لارنس نے جواب دیا کہ عقبہ کا محل وقوع ایسا ہے کہ اُس پر سمندر سے کامیاب حملہ نہیں کیا جا سکتا۔ بہتر یہی ہے کہ عرب خشکی سے اُس پر حملہ کریں۔ اُنہیں یقیناً کامیابی ہوگی۔ فرانسیسی کرنل یہ جواب سُن کر مایوس نہیں ہوا بلکہ اوجبہ میں جاکر فیصل سے بلکہ شاید فیصل سے وہ عقبہ پر حملہ کی اجازت لے لیتا۔ لیکن اس کی ایک غلطی کی بدولت فیصل ناراض ہوگیا۔ اور یہ گفتگو ناکام ثابت ہوئی۔ اثنائے

[1] یہ تصریحات ہماری نہیں۔ بلکہ رابرٹ گریوز نے اپنی کتاب "لارنس اور عرب" میں نہایت تفصیل سے لکھا ہے کہ اتحادی عربوں کے اعتماد پر ہنستے تھے۔ اور بغاوت عرب کو بازیچۂ اطفال سمجھتے تھے"

گفتگو میں فیصل نے اس سے چند کوہستانی توپیں طلب کیں۔ کرنل نے جواب دیا۔ کہ عرب میں کوہستانی توپیں بیکار ہیں۔ عربوں کے لئے بہتر ہے کہ وہ پہاڑیوں پر بکریوں کی طرح چڑھ جائیں۔ چونکہ عربوں کے نزدیک کسی کو بکری کہہ دینا بہت معیوب سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے فیصل کو غصہ آگیا۔ اور کرنل حرف مدعا زبان پر لائے بغیر واپس چلا آیا۔

اُدھر قاہرہ کے برطانی عساکر کا سالار اعظم عربوں کو اپنی صمیمیت قلب کا یقین دلانے کے لئے فوج کا ایک دستہ بھیجنا چاہتا تھا۔ کیونکہ اب انگریزوں کو بھی یہ اندیشہ ہو چلا تھا کہ کہیں شریف حسین اُن کے حقیقی مقاصد سے آگاہ ہو جائے۔ لارنس نے اُسے یقین دلایا۔ کہ عرب[1] انگلستان پر پورا اعتماد رکھتے ہیں۔ اُن کی اعانت کے لئے فوج بھیجنا غیر ضروری ہے۔ چنانچہ سویز سے صرف دو مسلح گاڑیاں بھیجی گئیں۔ اور سادہ لوح عرب انہیں غیر مترقبہ نعمت سمجھ کر خوش ہو گئے۔

بعض عرب قبائل ابھی تک بغاوت میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ شریف حسین کی کامیابیوں نے اُن کا عقیدہ بھی متزلزل کر دیا۔ امیر نوری جو سرحد عراق کے قبائل کا فرمانروا تھا۔ بغاوت میں علانیہ شریک ہو گیا۔ عودہ ابی ابو طائی جس کی شجاعت کے افسانے مورخین نے نہایت تفصیل سے لکھے ہیں۔ اور جسے شمالی عرب کا سب سے بڑا شہسوار سمجھا جاتا تھا۔ قبیلہ الحطان کی مختصر جمعیت لے کر فیصل کے ساتھ آملا۔ ہر عرب شیخ کوئی نہ کوئی تحفہ لے کر فیصل کے پاس [illegible]

[1] شریف حسین نے ایک موقع پر بحیرہ قلزم میں برطانی جنگی جہاز [illegible] تو بحر بیکراں سے [illegible] ایک [illegible] کے ساتھ [illegible]

تھا۔ قبیلہ حویطات کا شیخ جب فیصل سے ملنے چلا۔ تو خالی ہاتھ تھا۔ اُس نے ترکوں کی دو چوکیاں جو بحیرۂ قلزم کے ساحل پر واقع تھیں۔ لوٹ لیں۔ اور بہت سا مالِ غنیمت لے کر فیصل کے پاس پہنچا۔

جعفر پاشا عربوں کی فوج میں ابھی تک کوئی آزمودہ کار جرنیل نہیں تھا۔ جو جدید فنِ حرب سے اچھی طرح آگاہ ہو۔ یہ کمی جعفر پاشا نے پوری کر دی جعفر ایک عراقی النسل عرب تھا۔ اور عرصہ دراز تک ترکی عساکر میں رہ چکا تھا۔ غازی انور پاشا نے اِس کو مجاہدین سنوسی کی تنظیم پر مامور کیا تھا۔ جعفر نے نہایت قابلیت سے یہ خدمت انجام دی۔ مصر کے ایک معرکے میں وہ اسیر ہو کر انگریزوں کے ہاتھ آیا۔ اور قاہرہ میں قید کر دیا گیا۔ وہ ایک مرتبہ قید سے بھاگ نکلا۔ لیکن پھر گرفتار کر لیا گیا۔ اُسے معلوم تھا۔ کہ بازارِ استعمار میں غداری کا سکہ چلتا ہے۔ اور آزادی کی متاع اسی سے خریدی جا سکتی ہے۔ اس لئے اُس نے بغاوتِ عرب میں شرکت کی خواہش ظاہر کی۔ اور اُسے آزاد کر کے فیصل کے پاس بھیج دیا گیا۔ جس نے باقاعدہ فوج کی قیادت اُس کے سپرد کر دی +

الوجہ کی تسخیر سے باغیوں کو ایک بڑا فائدہ یہ پہنچا کہ مکہ معظمہ کی جانب ترکوں کی پیش قدمی رُک گئی۔ اُنہیں خیال تھا کہ عربوں نے اپنی تمام عسکری قوت رابغ میں مجتمع کر رکھی ہے۔ اور وہ اپنی کوششیں محض دفاع تک محدود رکھنا چاہتے ہیں لیکن اُنہیں یہ معلوم کر کے بے حد تعجب ہوا۔ کہ اُنہوں نے دفاعی سرگرمیوں کو ہجوم اور جارحانہ اقدام سے بدل دیا ہے۔ الوجہ پر قبضہ کرنے کے بعد عربوں نے مدینہ کے

ك جعفر پاشا کے بعد اُس کا ایک عزیز نوری پاشا بھی باغیوں کے ساتھ آملا تھا +

Marfat.com

قرب وجوار میں ترکوں کی چوکیوں پر پے در پے حملے کرنا شروع کر دیئے۔ عبداللہ ایک چھوٹی سی جمعیت کے ساتھ حوالی مدینہ میں تاخت و تاراج کرنے لگا۔ ترک یہ دیکھ کر پسپا ہو گئے اور اپنی منتشر اور پراگندہ قوت کو مدینہ میں سمیٹ لیا ◆

لارنس جانتا تھا کہ اس جنگ میں زبان تلوار سے کہیں زیادہ کارگر ثابت ہو رہی ہے۔ چنانچہ وہ برابر عربوں کی فتحمندی کے افسانے مشہور کرتا رہا۔ ترکوں کو ہر روز اطلاعیں موصول ہوتی تھیں۔ کہ آج عربوں نے فلاں مقام پر قبضہ کر لیا۔ اور آج فلاں چوکی لوٹ لی گئی۔ حالانکہ ان میں اکثر خبریں بالکل غلط اور بے سروپا ہوا کرتی تھیں ◆ ترکوں کو صرف شمال کی جانب سے کمک پہنچ سکتی تھی۔ لارنس نے یہ راہ بھی مسدود کر دینا چاہی۔ اور اپنی کوششیں حجاز ریلوے کو تباہ کرنے پر مرکوز کر دیں۔ اس کے پاس ڈائنامیٹ کافی مقدار میں موجود تھا جس کی مدد سے ریلوے کا اکثر حصہ تباہ و برباد کر دیا۔ ایک موقع پر جبکہ گاڑی مدینہ کے ترک مجاہدین کے اہل و عیال کو لے کر گذر رہی تھی ایک سرنگ پھٹی حسن اتفاق سے گاڑی کو نقصان نہیں پہنچا۔ اور وہ صحیح و سالم عورتوں اور بچوں کو لے کر گذر گئی ◆

انہیں دنوں اطلاع ملی کہ غازی انور پاشا نے مدینہ کی فوج کو حکم دیا ہے کہ وہ مدینہ خالی کر کے شمال کی جانب پسپا ہو جائیں۔ اور مقام تبوک پر پہنچ کر اس فوج کے سینے میں جا ملیں جو برطانوی عساکر سے نبرد آزما ہے۔ یہ خبر ایسی نہ تھی کہ برطانیہ کے عسکری حلقوں میں اضطراب برپا نہ کر دیتی۔ مدینہ کی ترک فوج اناطولیہ کے شجاع ترکوں پر مشتمل تھی۔ برطانوی افسر جانتے تھے کہ اگر یہ عسکری قوت ہمارے مقابلہ میں صف آرا کر دی گئی۔ تو شام و فلسطین میں ہماری فتحمندی ہزیمت و شکست سے بدل جائے گی۔ اور

Marfat.com

ہمارے لئے پسپا ہونے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہیگا۔ اس لئے لارنس کو ہدایت کی گئی۔ کہ جس طرح ہو سکے عرب کے ترکی عساکر کو جنگ و پیکار میں اُلجھائے رکھے اور انہیں اتنی مہلت نہ دے کہ وہ انگریزوں سے پیکار آزمائی کا قصد کر سکیں +

لارنس کی تجویز | عبداللہ مدینہ کے شمال مغرب میں ایک چھوٹی سی جمعیت کیساتھ موجود تھا۔ لارنس اُس کے پاس پہنچا۔ تاکہ مدینہ پر حملہ و یورش کے مسئلہ پر غور و خوض کر لیا جائے۔ عبداللہ کے پاس پہنچ کر وہ بخار میں مبتلا ہو گیا۔ اور کئی دن بیمار پڑا رہا۔ بخار کی حالت میں اُس نے مدینہ پر حملے کے مسئلہ پر غور کیا۔ یکا یک اُسے خیال گذرا کہ مدینہ پر یورش کا ارادہ ایک خطرناک غلطی ہے۔ اتحادیوں کے مقاصد کی تکمیل تو اُسی صورت میں ممکن ہے کہ ترکوں کی فوج کا بیشتر حصہ عرب کی بغاوت میں اُلجھا رہے۔ لیکن اگر مدینہ کے استحکامات پر قبضہ کر لیا گیا تو ترک عساکر کا ایک حصہ جو حجاز ریلوے کی حفاظت کر رہا ہے پسپا ہو کر فلسطین کے ترک مجاہدین سے جا ملے گا۔ مزید براں ترک قیدیوں کو خوراک دینا پڑے گی۔ اور عرب میں جہاں سامان خورونوش کی قلت کامیابی کی راہ میں سب سے بڑی دشواری ہے۔ بے حد دقت پیش آئے گی۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ عرب مدینہ کے استحکامات پر حملہ کر کے اپنی قوت ضایع کرنے کی بجائے مدینہ کی محافظ فوج کا پیوند فلسطین کے ترک عساکر سے منقطع کر دیں۔ ایسا ہو جائے تو عربوں کی قوت سے فلسطین میں کام لیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ لارنس نے صحت پاتے ہی عبداللہ کو مشورہ دیا کہ وہ اپنی طاقت مدینہ پر تاخت میں صرف کرنے کے بجائے اپنی ساری قوتیں حجاز ریلوے کو تباہ کرنے پر مرکوز کر دے تاکہ مدینہ کی محافظ فوج کو شمال کی جانب سے کوئی کمک نہ پہنچ سکے +

Marfat.com

فیصل اور اُس کے دوسرے مشیروں سے بھی لارنس نے کہا کہ حجاز میں اپنی عسکری قوت ضائع کرنے کے بجائے بہتر ہے کہ شمال کی جانب بڑھ کر عقبہ پر قبضہ کر لیا جائے لیکن مدینہ پر حملہ کی تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں اس لئے وہ اس تجویز پر عمل نہ کر سکے ۔

ابھی اس مسئلہ پر غور و فکر ہو رہا تھا کہ لارنس کی ملاقات قبیلہ حویطات کے مشہور شہسوار عودہ ابن ابوطائی سے ہوئی۔ عودہ[1] کی شجاعت، بے باکی اور سادگی نے لارنس کو بہت گرویدہ کر لیا۔ اور ان دونوں میں رابطۂ دوستی مستحکم ہو گیا ۔

---

[1] عودہ ابن ابوطائی کے متعلق لارنس کے سوانح نگاروں نے عجیب و غریب واقعات لکھے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ عودہ نے اٹھائیس مرتبہ شادی کی۔ تیرہ مرتبہ زخمی ہوا۔ اُس نے جنگ میں پچھتر عربوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا تھا۔ ان کے علاوہ دوسری قوموں کے لوگ بھی تھے۔ عودہ نہایت فیاض، شجاع اور بذلہ سنج شخص تھا۔ وہ بھی انہیں فریب خوردہ لوگوں میں تھا جو اتحادِ عرب کے نام پر ترکوں کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے تھے۔ اُس کی بیباکی کے متعلق ایک واقعہ رابرٹ گریوز نے اپنی کتاب "لارنس اور عرب" میں لکھا ہے۔ وہ لکھتا ہے۔ کہ ایک موقع پر جبکہ فلسطین کے ہائی کمشنر سر ہربرٹ سیمول سے عرب شیوخ کا تعارف کرایا گیا سر ہربرٹ نے ترکوں کی تباہی کا ذکر کرتے ہوئے عودہ کی جانب رخ کر کے کہا کہ تم آپ خوش ہوں گے۔ کہ مشرق میں امن قائم ہو گیا ہے۔ عودہ نے جواب دیا "امن! جب تک فرانسیسی شام میں ہیں۔ انگریز عراق میں اور یہودی فلسطین میں امن کیونکر ممکن ہے" سر ہربرٹ نے پھکری کھری باتیں سنیں اور مسکرا کر خاموش ہو رہا ۔

دسواں باب

صحرائے عرب کا سفر

فیصل اور اُس کے مشیر مدینہ کے محاصرہ پر اپنی تمام تر توجہ صرف کر رہے تھے۔ اور لارنس عقبہ کی تسخیر کے مسئلہ پر غور میں مصروف تھا۔ ابتدا میں یہ تخیل دھندلا سا تھا۔ لیکن طویل غور و فکر نے اُسے روشن کر دیا۔ اور لارنس کے ذہن میں حملہ کی تمام جزئیات و تفاصیل ایک ایک کر کے آگئیں۔ چنانچہ اُس نے فیصلہ کر لیا کہ فیصل کو الوجہ میں چھوڑ کر ایک مختصر جمعیت کے ساتھ عقبہ پر حملہ کرے۔ اور عربوں کے لئے شام و فلسطین میں فتوحات کا دروازہ کھول دے +

فیصل نے لارنس کو اس مقصد کے لئے بائیس ہزار پونڈ دیئے۔ اُس نے یہ رقم اپنے رفقا میں تقسیم کر دی۔ اور یہ مختصر سا قافلہ جس میں لارنس کے علاوہ قبیلہ حویطات کا مشہور شہسوار، عودہ ابن ابوطائی۔ شریف حسین کا ایک عزیز ناصر اور دو عرب شامی نسیب اور زکی شامل تھے۔ شمال کی جانب روانہ ہو گیا +

الوجہ اور عقبہ میں وسیع ریگ زار حائل ہے جس میں بہت کم نخلستان پائے جاتے ہیں۔ لارنس نے اس سفر کی کیفیت نہایت پُر لطف انداز میں

Marfat.com

لکھی ہے۔ راستہ کی صعوبتوں کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ آنکھوں تلے صحرائے عرب کی بے پایاں وسعت۔ ریت کے تودوں۔ اور بے آب و گیاہ میدانوں کا نقشہ پھر جاتا ہے۔ غرضکہ وہ تکلیفیں اُٹھاتے سولہویں دن عرفجہ نام ایک مقام پر پہنچے۔ جہاں سے سرسبز نخلستانوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ جو ف میں اُن کی ملاقات امیر نوری سے ہوئی جو اس علاقہ کا فرمانروا تھا۔ یہ شخص بغاوت عرب کی حمایت و تائید کا عہد کر چکا تھا۔ لارنس نے اُسے چھ ہزار پونڈ دے کر اس عہد پر مُہر توثیق کرا لی۔ اور اسی علاقہ کے ایک چھوٹے سے قریہ میں جہاں سے عقبہ ایک سو اسّی میل کے فاصلہ پر مغرب کی جانب تھا۔ پڑاؤ ڈال دیا گیا۔ اور اردگرد کے قبائل کو جمع کر کے ایک بے قاعدہ فوج مرتب کرنے کی کوششیں ہونے لگیں۔ یہاں لارنس کے رفقا کے ارادے کسیقدر متزلزل ہو گئے۔ اور اس امر پر غور ہونے لگا۔ کہ عقبہ کے بجائے دمشق پر حملہ کیا جائے لیکن لارنس کے دلائل نے انھیں قائل کر لیا۔ اور یہ صلاح ٹھہری کہ نسیب اور زکی کو جبل دروز میں بھیجدیا جائے۔ تاکہ وہ فرزندان دروز کو ترکوں کے خلاف برانگیختہ کریں۔ اور دمشق پر حملہ کا وقت آئے تو یہ مرحلہ بھی آسانی سے طے ہو جائے +

خفیہ معاہدہ | ادھر تو شریف حسین سے وعدہ کیا جا چکا تھا کہ عربوں کی آزادی[1]

[1] مصر کے ہائی کمشنر سر ہنری مکموہن نے شریف حسین سے جو وعدے کئے تھے اُن میں ایک یہ بھی تھا کہ شام کے اُن اضلاع میں جن کے باشندے خالص عرب النسل ہیں برطانیہ کی مخالفت کی جائے گی۔ سر ہنری نے ۱۹ [illegible] کو [illegible] کے نام [illegible]

کی جائے گی۔ اور صرف حجاز میں ہی نہیں۔ بلکہ شام اور عراق میں بھی انہیں کا علم استقلال بلند ہوگا۔ اور اُدھر روس۔ برطانیہ اور فرانس میں ایک خفیہ معاہدہ ہو چکا تھا۔ جس کا مفاد یہ تھا کہ ترکوں کے ایشیائی مقبوضات کے حصے بخرے کر لئے جائیں گے۔ اور شام، فلسطین اور عراق پر ہلالی پرچم کے بجائے صلیبی نشان لہراتا نظر آئے گا۔ عرب مآل کار سے بے خبر، برطانیہ کے مواعید پر اعتماد کئے بیٹھے تھے کہ یکایک روس میں انقلاب کا طوفان اپنی پوری قوت سے پھٹ پڑا اور زار کے ایوان عظمت کو ایک ہی ریلے میں بہا لے گیا۔ بالشویکوں نے جن کے مقاصد مستعمرین فرنگ کے عزائم سے بالکل جداگانہ تھے۔ عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہی سب سے پہلا کام یہ کیا کہ یہ خفیہ معاہدہ شائع کر دیا۔ ترکوں نے اتحادیوں کی عیاریوں سے دنیا کو آگاہ کرنے کے لئے اس کا عربی ترجمہ چھپوا کر بکثرت تقسیم کیا۔ اور عربوں کو پہلی مرتبہ اس حقیقت کا علم ہوا کہ اتحادی شام۔ عراق اور فلسطین کو اپنے احاطۂ اقتدار میں رکھنا چاہتے ہیں۔ اگر اس وقت بھی عرب ہوشمندی سے کام لیتے۔ اور اتحادیوں کا آلۂ کار بننے سے انکار کر دیتے۔ تو یقیناً جنگ کا نقشہ بدل جاتا۔ لیکن بدقسمتی سے عربوں کو برطانیہ پر غیر معمولی اعتماد تھا۔ جسے یہ انکشاف بھی متزلزل نہ کر سکا۔ چنانچہ امیر نوری کے پاس جب اس معاہدہ کی ایک نقل پہنچی تو وہ سیدھا لارنس کے پاس گیا۔ اور اُسے یہ عہدنامہ دکھا کر اتحادیوں کی اس عجیب حرکت کا باعث پوچھا۔ لارنس نے اُسے یہ جواب دے کر ٹال دیا۔ کہ اتحادیوں نے

(بقیہ حاشیہ) مکتوب لکھا تھا۔ اس کا مفاد یہ تھا کہ "حکومت برطانیہ عربوں کے جذبۂ آزادی و استقلال سے ہمدردی رکھتی ہے۔ اور اس سلسلے میں انہیں ہر قسم کی مدد دینے پر آمادہ ہے"

عربوں کے ساتھ جو معاہدہ کیا ہے۔ اُس نے پہلے تمام معاہدات پر خطِ تنسیخ کھینچ دیا ہے۔ آپ بے فکر رہیئے۔ تمام وعدے حرف بحرف پورے کیے جائیں گے۔

لارنس کے ان الفاظ نے امیر نوری کے شبہات دُور کر دیئے۔ اور اُس نے یقین کر لیا کہ اتحادی عربوں کی ایک مطلق العنان متحدہ سلطنت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ جو چھوٹی چھوٹی ریاستوں پر مشتمل ہو گی۔ لیکن دنیا جانتی ہے کہ یہ خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہوا۔ اور جب جنگ کا طوفان تھما۔ تو یہ عہود و مواثیق نہایت بے دردی سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے۔

لارنس زنانہ لباس میں | لارنس ۳ جون ۱۹۱۷ء کو اپنے چند رفقا کی معیت میں شمال کی جانب روانہ ہوا۔ اور تقریباً دو ہفتہ تک غائب رہا۔ یوں تو اُس نے بغاوت عرب کے تمام واقعات تفصیل سے لکھے ہیں۔ لیکن اس مقام پر اُس کا قلم یک بیک خاموش ہو جاتا ہے۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ وہ اس عرصہ میں کہاں رہا؟ کیا کرتا رہا اور اُس نے اپنے سوانح حیات میں ان واقعات کو کیوں قلم انداز کر دیا البتہ اُس کے سوانح نگاروں کا بیان ہے کہ اُس نے یہ زمانہ دمشق اور بعلبک میں بسر کیا۔

لاول ٹامس لکھتا ہے کہ اس پُر اسرار سفر میں لارنس کے ساتھ قبیلہ حوت کے ایک شخص کے سوا کوئی نہیں تھا۔ لارنس زنانہ لباس پہنے ہوئے تھا اور اُس کا چہرہ ایک دبیز نقاب سے پوشیدہ تھا۔ شجاع ترک صنفِ لطیف کا احترام کرتے ہیں۔ یہی احترام انہیں مجبور کرتا تھا کہ لارنس اور اُس کے رفیق سے کوئی تعرض نہ کریں۔ یہ دونوں زنانہ لباس کی بدولت ترکی عساکر سے صحیح و سالم گزر گئے۔ اس سفر [illegible] تاریک پردہ پڑا ہے لیکن لاول ٹامس کا بیان ہے کہ لارنس نے یہ خطرناک [illegible]

Marfat.com

قبائل کو ترکوں کے خلاف برانگیختہ کرنے کی غرض سے اختیار کیا تھا۔ چنانچہ اس مقصد میں اُسے کامیابی ہوئی اور بعض وہ قبائل جو ابھی تک بغاوت میں شرکت سے انکار کر رہے تھے۔ شریف حسین کے حامی ہو گئے +

لیکن[لہ] اس سفر کا عجیب ترین واقعہ یہ ہے کہ بعلبک کے قریب پہنچ کر لارنس نے اپنے رفیق سفر کو شہر کے باہر چھوڑا۔ اور خود فوجی وردی میں شہر کے اندر داخل ہو گیا ترکوں نے اُسے جرمن افسر سمجھا اور کسی نے مزاحمت نہیں کی + بعلبک کی سیر کر کے اُس نے پھر زنانہ لباس اختیار کر لیا۔ اور قرب وجوار کے شیوخ سے ملاقات کر کے اُن سے بغاوت میں شریک ہونے کا عہد لیا +

یہاں سے لارنس نے دمشق کا رُخ کیا۔ دمشق کا گورنر علی رضا پاشا در پردہ بغاوت کا حامی تھا۔ اُس نے لارنس کی خاطر مدارات میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ یہاں سے آگے بڑھا تو اُسے ایک اور عجیب واقعہ سے دوچار ہونا پڑا۔ وہ ایک چھوٹے قصبہ سے گذر رہا تھا کہ یکایک چند ترک سپاہیوں نے اُسے مفرور سپاہی سمجھ کر روک لیا۔ فوجی صدر مقام پہلے گئے۔ جہاں افسروں نے سزائے تازیانہ کا حکم دیا۔ اور اُس کی پیٹھ تازیانوں سے فگار کر دی گئی۔ لارنس پر شدت اذیت سے بیہوشی طاری ہو گئی۔ جب ہوش آیا تو وہ بھاگ نکلا۔ اور معان سے ہوتا ہوا عودہ اور ناصر سے آملا[۵۲] +

یہ ہے لارنس کے پُراسرار سفر کی وہ داستان جس کی صحیح تفاصیل پر شاید ہمیشہ راز کا پردہ پڑا رہیگا +

لہ "وِد لارنس اِن اریبیا"۔ لارنس کے ساتھ عرب میں۔ صفحہ ۱۹۹ +

۵۲ لاول ٹامس نے اس ضمن میں لکھا ہے کہ لارنس معان کے قریب زنانہ لباس میں گذر رہا تھا۔ چند نوجوان ترک سپاہیوں نے اُسے عورت سمجھ کر چھیڑنا چاہا۔ اور وہ بمشکل تمام اُن سے بچ کر بھاگا +

گیارھواں باب

سقوط عقبہ

یوں تو بغاوت عرب کے ہر مرحلہ پر لارنس کی ذہانت نمایاں ہو جاتی ہے۔ لیکن عقبہ کے معرکہ میں اُس نے جس حیرت انگیز تدبّر اور دور اندیشی کا ثبوت دیا۔ اُس کی نظیر بڑے بڑے جرنیلوں کے کارناموں میں نہیں ملتی۔ اور یہ تسلیم کر لینا پڑتا ہے کہ لارنس کی شخصیت میں عصر حاضر کی ایک غیر معمولی ذہانت نمودار ہو گئی ہے۔

دمشق کے گرد و نواح میں نسیب اور دروز کی قبائل کو بغاوت میں شرکت کی [illegible] دے رہے تھے۔ اور ترک یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ عرب دمشق پر ہجوم کرنا چاہتے ہیں۔ جب لارنس دمشق اور بعلبک میں پہنچا۔ تو ترکوں کا یہ خیال راسخ ہو گیا۔ اور انہوں نے [illegible] کے استحکام کی جانب توجہ کرنے کے بجائے اپنی تمام عسکری قوت دمشق میں جمع کی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عقبہ میں ترکوں کی ایک مختصر سی جمعیت رہ گئی۔ جسے شکست دینا دشوار نہ تھا۔

لارنس کے پاس کافی فوج جمع ہو چکی تھی۔ [illegible]
[illegible] قریب واقع ہے [illegible]

Marfat.com

کم تھے۔ اس لئے شکست کھائی۔ اور لارنس نے آگے بڑھ کر عقبہ کا محاصرہ کر لیا۔ عقبہ کے معرکہ میں بھی برطانی اور فرانسیسی جنگی جہازوں کی اعانت شریک تھی۔ ادھر لارنس خشکی کی راہ سے شہر کی جانب بڑھا۔ اور اُدھر جنگی جہاز سمندر سے آگ برسانے لگے۔ چنانچہ ۶ر جولائی ۱۹۱۷ء کو عقبہ پر عربوں نے قبضہ کر لیا۔ لیکن شہر میں داخل ہو کر اُن کے ہاتھ کیا آیا؟ جنگی جہازوں کی گولہ باری نے تمام استحکامات کو تباہ کر دیا تھا۔ عربوں کو چند کھنڈروں کے سوا کوئی چیز نہ ملی جس پر وہ اپنا دست تاراج دراز کر سکتے۔ اس معرکہ میں بقیہ سات سو ترک سپاہیوں سے ہتھیار رکھوا لیے گئے۔ اور عربوں نے اُن سے نہایت ذلت آفریں سلوک کیا +

ترکوں سے ذلت آفریں سلوک | ترکوں پر عقبہ میں جو ستم توڑے گئے۔ اُن کے ذکر سے مغربی مصنفین نے عمداً احتراز کیا ہے۔ لیکن بعض مقامات پر ان کے قلم سے بھی بیساختہ ایسے الفاظ نکل گئے ہیں۔ جن سے عربوں کی ستمگاریوں کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً ایک مصنف لکھتا ہے کہ ایک ترک افسر نے لارنس سے شکایت کی کہ مجھے ایک عرب نے ترکی زبان میں نہایت فحش گالی دی ہے۔ لارنس نے جواب دیا "کالائے بد بریش خاوند" عربوں نے ترکی میں گالیاں دینا آپ لوگوں سے ہی سیکھا ہے۔ اس لئے آپ کو گالیاں نہ دیں تو اور کس کو دیں +

عقبہ فتح ہو گیا۔ ترکوں کے خون سے عربی تلواروں نے پیاس بجھائی۔ اسلام کے الوالعزم فرزندوں کی تحقیر و تضحیک جی کھول کر کی گئی۔ یہ سب کچھ ہوا۔ لیکن سامان رسد کا فقدان ایک ایسی دشواری تھی۔ جس کا کوئی حل نہیں تھا۔ چنانچہ لارنس کو قاہرہ کا سفر اختیار کرنا پڑا۔ ایلنبی انہیں دنوں مصر کا ہائی کمشنر مقرر ہوا تھا۔ لارنس نے

Marfat.com

اُس سے سقوط عقبہ کے تفصیلی حالات بیان کئے۔ اور سامان خورونوش لے کر تھوڑے دنوں میں واپس عقبہ پہنچ گیا +

اب شام کی تسخیر کا مرحلہ پیش تھا۔ لارنس نے شامی عربوں کو ترکوں کے خلاف اُبھارنے پر اپنی تمام کوششیں صرف کردیں۔ وہ جانتا تھا کہ حریت و استقلال کا نام عربوں کے لئے اپنے اندر ایک خاص کشش رکھتا ہے۔ اور بغاوت کے نقیب جو سقوط عقبہ کی خبر لے کر تمام اطراف میں پھیل گئے تھے۔ اسی نام پر عربوں کو سرکشی کی دعوت دے رہے تھے +

بغاوت عرب کی اس داستان خونیں کا سب سے حیرت انگیز واقعہ تو یہ ہے کہ ابھی تک بیرونی دنیا لارنس کے نام سے بے خبر تھی۔ علی الخصوص ہندوستان کے مسلمانوں کو تو قطعی علم نہیں تھا۔ کہ افرنجی الاصل عیسائی کے ہاتھوں اسلام کی عزت کس طرح تباہ کرائی جارہی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ لارنس کی سرگرمیوں کو عمداً پردۂ اخفا میں رکھا گیا۔ اور خاص خاص لوگوں کے سوا کسی کو یہ نہیں بتایا گیا کہ عرب تمام کو ترکوں کے خلاف صف آرا کرنے والا کون ہے؟ لطف تو یہ ہے کہ جنگ عمومی کے خاتمہ کے بعد جب زمانہ کے دست گستاخ نے لارنس کے چہرہ سے اسرار کا نقاب اُلٹ دیا۔ اور اُس کی سیرت کے بعض پہلو عوام کی نگاہوں کے سامنے آگئے۔ تو نہایت سادگی سے کہدیا گیا۔ کہ لارنس حکام کی اجازت لئے بغیر فیصل کے پاس چلا گیا تھا اس لئے اُس کے اعمال کی ذمہ داری برطانیہ پر عاید نہیں ہوسکتی۔ یہ نافرمان اور [illegible] شخص قاہرہ کے برطانی افسروں سے ملتا رہا۔ اور اُس سے کوئی تعرض نہیں کیا [illegible] اسے لطف خاص کا مورد ٹھہرایا گیا۔ اور غالباً عقبہ کی تسخیر کے بعد نا [illegible]

میں اُسے لفٹنٹ سے لفٹنٹ کرنل کے عہدہ پر ترقی دی گئی۔ اور پھر جلد کرنل بنا دیا گیا۔ ہمیں یہ نہیں پوچھنا چاہیئے۔ کہ اس خطا وار کو کیوں نوازا گیا؟ اس گنہگار پر کیوں انعام واکرام کی بارش کی گئی۔ ان اسرار و خفایا تک ہم عامیوں کے ذہن کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ یہ مصالح خسروی ہیں۔ جن کی کوئی توجیہہ ممکن نہیں +

"گہے بسلامے برنجند وگاہے بدشنامے خلعت بدہند"+

Marfat.com

بارھواں باب

شام کی مہم

عقبہ فتح ہوا تو شام عربوں کے ہجوم دحلہ کا مرکز بن گیا۔ لیکن شام ایک کہستانی ملک ہے۔ جسے پہاڑیوں سے مختلف علاقوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ اور جس کے باشندوں کے جذبات واحیال عقائد اور رجحانات بھی مختلف واقع ہوئے ہیں۔ ایک علاقے سے دوسرے علاقہ تک جانے کے لئے دشوار گذار راستوں سے گذرنا پڑتا ہے۔ جو لئے عرب کی سی بات کہاں۔ کہ ایک صدا مختلف قبائل کو ایک مرکز پر جمع کر سکتی ہے۔ اس لئے شام کے قبائل کو ایک رشتہ میں منسلک کر دینا بہت مشکل تھا۔ لارنس نے یہی مناسب سمجھا کہ بغاوت کی دعوت کے ساتھ قتل و ہلاکت کا ایک ایسا سلسلہ شروع کر دیا جائے جو اہلِ شام کو فوراً اپنی جانب متوجہ کر لے۔ تخریب و تصادم۔ شورش و اضطراب اور برہمی و اختلال میں تعمیر اور سکون سے زیادہ کشش ہے۔ مکان تعمیر کیا جاتا ہے تو انسان اُس کی جانب چنداں التفات نہیں کرتا۔ وہ گرتا ہے۔ تو اس کا دھماکا ہر شخص کو اپنی جانب متوجہ کر لیتا ہے۔ جب حجاز ریلوے تعمیر کی گئی تھی۔ تو عربوں نے باوجودیکہ ان کے لئے یہ ایک نئی اور نہایت اہم چیز تھی۔ زیادہ دلچسپی کا اظہار

کی۔لیکن جب لارنس نے اُسے تباہ کیا تو عربوں کی توجہ فوراً منعطف ہو گئی +

عقبہ کو فتح ہوئے ابھی چھ مہینے بھی نہیں گذرے تھے۔ کہ فیصل اور جعفر پاشا قبائل کی جمعیت کثیر کے ساتھ لارنس کے پاس پہنچ گئے۔ اُس وقت یہ خطرہ بھی دامنگیر تھا کہ کہیں ترک عقبہ پر حملہ نہ کر دیں۔ لارنس نے یہ مشورہ دیا کہ ترکوں کی عسکری قوّت کو پے در پے حملوں سے ضعیف کر دیا جائے۔ تاکہ ان میں اتنی سکت نہ رہے کہ عقبہ پر یورش کر سکیں۔ چنانچہ حملوں کا یہ سلسلہ شروع ہوا۔ لیکن ان میں شجاعت اور مردانگی جو عرب کا نظری جوہر ہے مفقود تھی۔ حملے اس طرح کئے جاتے تھے۔ کہ صحرائے عرب کی وسعت سے عربوں کی ایک مختصر جمعیت نمودار ہوتی ہے اور ترکوں کی چوکیوں پر آگ برسا کر صحرا میں غائب ہو جاتی ہے پھر یہ منظر دکھائی دیتا ہے کہ حجاز ریلوے پر ایک گاڑی چلی جاتی ہے۔ ایک مقام پر پہنچکر یک بیک ایک مہیب دھماکا ہوتا ہے۔ اور فضا دھوئیں اور گرد و غبار میں چھپ جاتی ہے چند لمحوں کے بعد ہوا دھوئیں کا نقاب اُلٹ دیتی ہے۔ اور گاڑی کے ٹکڑے اور ترکوں کی لاشوں کو ہر چہار جانب منتشر کر دیتی ہے۔ اتنے میں لارنس اور اُس کے ہمراہی جھاڑیوں سے نکل کر اُنہیں گھیر لیتے ہیں۔ اور جو لوگ موت سے بچ جاتے ہیں اُنہیں گرفتار کر لیا جاتا ہے +

ایک حملے کے دوران میں لارنس کی مڈبھیڑ جمال پاشا سے بھی ہو گئی۔ لیکن وہ لڑ بھڑ کر نکل گیا۔ اور ترک اُسے گرفتار نہ کر سکے +

غرضکہ معان کے قرب و جوار اور شام کے کوہستانوں میں لارنس نے اپنی سفاکی کی بدولت شہرت حاصل کر لی۔ اور حجاز ریلوے پر آمد و رفت کا سلسلہ

Marfat.com

منقطع ہو گیا۔ سرنگیں اُڑانے اور پلوں کو تباہ کرنے کے سلسلہ میں لارنس کا نام جس قدر مشہور ہوا۔ اُس کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ محاربۂ عمومی کے خاتمہ پر جب لارنس مصر سے گزر رہا تھا۔ عوام میں یہ روایت مشہور تھی کہ وہ قصر النیل[1] کو تباہ کر دیگا۔ گویا عوام کے نزدیک یہ امر مسلّم تھا۔ کہ اُس کا شوق تخریب و ہلاکت جنون کی حد تک جا پہنچا ہے۔ جو دوست اور دشمن کی تمیز بھی نہیں کرتا ◆

لارنس ارزق میں نومبر میں وہ ایلنبی کے مشورہ سے اسی طرح سرنگیں اُڑاتا اور پلوں کو تباہ کرتا آگے بڑھا۔ اور ارزق کے علاقہ میں فتحمندانہ بڑھتا چلا گیا۔ یرموک کے مقام پر جہاں عہد فاروقی میں مسیحیوں اور مسلمانوں کے مابین ایک فیصلہ کُن لڑائی ہوئی تھی۔ اُس نے ایک پل کو تباہ کرنا چاہا۔ مگر ناکامی ہوئی۔ ارزق میں ایک اور ٹرین کو برباد کیا گیا۔ اس مہم میں ایک ہندوستانی مسلمان جمعدار حسن شاہ کو اُس کی رفاقت کا شرف حاصل ہوا۔ اُس کے ساتھ ہندوستانی سپاہیوں کی ایک مختصر جمعیت بھی تھی۔ جو سب کے سب مسلمان تھے۔ ان لوگوں نے ارزق کے پُرانے قلعہ پر قبضہ کر کے اُسے از سرِ نو آراستہ کیا۔ اس قلعہ میں دربار لگا۔ ترک فوج کے مفرور عرب سپاہی شام کے شیوخ۔ اور شامی تحریک وطنیت کے بعض برگزیدہ تحائف لے کر لارنس کے پاس پہنچے۔ قبیلہ بنی معروف جو اپنے خصائل و عادات کے اعتبار سے بہت قدامت پسند اور سخت گیر سمجھا جاتا ہے پہلے ہی بغاوت میں شریک ہو چکا تھا۔ اس نئی فتحمندی نے دوسرے قبائل کے پس و پیش کا بھی خاتمہ کر دیا۔ اور شام کے کوہستان میں بغاوت پوری قوت سے پھیل گئی

---

[1] قصر النیل مصر کے ایک مشہور پل کا نام ہے ◆

بیت المقدس میں فاتحانہ داخلہ | لارنس ازرق کے قبائل کو بغاوت میں شرکت کی دعوت دے کر عقبہ پہنچا۔ یہاں اُسے ایلنبی کا ایک مکتوب ملا جس میں لکھا تھا کہ فلسطین میں انگریزوں کو غیر معمولی کامیابی ہوئی ہے۔ اور بیت المقدس ترکوں کے قبضہ سے نکل گیا ہے۔ اس مکتوب میں لارنس کو برطانی کوکبۂ جلال میں شریک ہونے کی دعوت دی گئی تھی۔ چنانچہ جب ایلنبی فاتحانہ عظمت وشکوہ کے ساتھ اس سرزمین میں داخل ہوا۔ تو لارنس اُس کے ہمرکاب تھا +

شام کی مہم میں بعض نہایت خونریز لڑائیاں ہوئیں جن میں ترکوں کو نہایت سفاکی سے قتل کیا گیا۔ ایک معرکہ میں ہزیمت خوردہ ترکوں پر انیوں کی ایک مسلح جماعت جا پڑی اور اُنہیں ایک ایک کر کے تہ تیغ کر دیا گیا +

لارنس کے رفقا | شام کی مہم کے اس خونیں عہد میں لارنس کو خود اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے۔ کیونکہ ترک کماندار اعظم کی جانب سے اعلان کیا جا چکا تھا کہ جو شخص لارنس کا سر لائے گا۔ اُسے بیس ہزار پونڈ کا انعام دیا جائے گا۔ چنانچہ ایک مرتبہ جب وہ قبیلۂ فیض کے شیخ کا مہمان تھا۔ رات کو شیخ کے بھائی نے اُسے بیدار کر کے کہا۔ کہ تمہارے متعلق ترکوں کو اطلاع بھیجدی گئی ہے۔ سلامتی چاہو تو یہاں سے نکل جاؤ۔ لارنس یہ سنکر رات کی تاریکی میں بھاگ نکلا۔ لارنس نے اس زمانہ میں اپنے رفقائے خاص کی تعداد بڑھادی۔ تاکہ وہ قاتلانہ حملوں کے اندیشہ سے محفوظ ہو جائے۔ اُس کے رفقا میں بعض نہایت شجاع اور آزمودہ کار اہل قبائل شامل تھے۔ جن میں داؤد، فراج۔ راحیل اور عبداللہ کے نام خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ عبداللہ قبیلۂ عجیل کا ایک مشہور شہسوار تھا۔ اور چونکہ رہزنی اُس کا آبائی

Marfat.com

پیشہ تھا۔ اس لئے وہ عبداللہ قاطع الطریق کے نام سے مشہور تھا۔ یہ لوگ لارنس سے بیحد مانوس تھے۔ اور اُسے ہر وقت گھیرے رہتے تھے ؛

ارزق سے لوٹتے وقت صرف راحیل اُس کے ہمراہ تھا۔ راستہ میں قبیلہ قیس کے چار شہسواروں نے اُس پر حملہ کرنا چاہا۔ لیکن لارنس نے اس موقع پر بے حد بیباکی اور دلیری ظاہر کی جسلہ آور یہ سمجھ کر کہ لارنس کے ساتھ ایک بہت بڑی جمعیت ہے رُک گئے۔ اور وہ موقع پا کر راحیل سمیت نکل گیا ؛

ترکوں کے لئے سب سے بڑی دشواری یہ تھی کہ اُنہیں عربوں کی عسکری قوت کا صحیح اندازہ نہیں تھا۔ غیر منظم اور پراگندہ قبائل کی طاقت و قوت کا اندازہ کرنا تقریباً ناممکن تھا۔ برخلاف اس کے عربوں کے لئے ترکوں کی عسکری قوت کے متعلق اطلاعات فراہم کرنا بہت آسان تھا۔ کیونکہ ترکوں کی فوج منظم تھی۔ اور وہ عربوں کی طرح صحرا میں پھیلے ہوئے نہیں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب اُنہوں نے عقبہ پر از سر نو قبضہ کرنا چاہا تو اُنہیں ناکامی ہوئی ؛

عمان و معان | عرب فوج کا ایک حصہ ابھی تک ینبوع کو عسکری مرکز مقرر کر کے مدینہ پر حملہ کر رہا تھا۔ لارنس اسے ایک ناکام اور بے سود کوشش سمجھتا تھا۔ لیکن فیصل کے دوسرے انگریز مشیروں کے نزدیک مدینہ پر ہجوم ضروری تھا۔ مولود جو اپنی عسکری قابلیت کی وجہ سے خاص امتیاز رکھتا تھا معان پر پے در پے حملے کر رہا تھا۔ لارنس کی خواہش تھی۔ کہ معان فتح ہو جائے۔ تو عرب فوج ایلنبی کے لشکر کے ساتھ مل کر دمشق پر حملہ کرے لیکن یہ خواہش پوری ہوتی نظر نہیں آتی تھی۔ اُدھر طفیلہ میں زید نے ترکوں سے شکست کھائی۔ اور ادھر ایلنبی کو جو عمان پر یورش کر رہا

Marfat.com

تھا۔ ہزیمت اُٹھا کر پسپا ہونا پڑا۔ عربوں کو انگریزوں کی غیر معمولی قوت پر اس قدر اعتماد تھا۔ کہ جب الینبی کے پسپا ہونے کی خبر پہنچی تو کسی نے یقین نہیں کیا[۱] +

لارنس بادیہ گرد عورتوں کے بھیس میں | عمان سے انگریزی فوجوں کی پسپائی کے بعد ایک دن لارنس اس شہر میں جا پہنچا۔ اُس نے اس موقع پر بادیہ گرد عورتوں کا سا لباس پہن رکھا تھا۔ اُس کا رفیق خاص فراج بھی اسی لباس میں اُس کے ہمراہ تھا۔ اتفاق یہ کہ اُس کے زنانہ لباس نے چند ترک سپاہیوں کو اپنی جانب متوجہ کر لیا۔ اور وہ افشائے راز کے اندیشہ سے زیادہ دیر تک ٹھہر نہ سکا۔ لیکن اس مختصر عرصہ میں وہ عمان کے استحکامات کا معائنہ بدقت نظر کر چکا تھا۔ چنانچہ اُس نے طویل غور و فکر کے بعد فیصلہ کر لیا کہ اس مستحکم اور ناقابل تسخیر مقام پر حملہ و ہجوم کی ناکام کوشش کر کے اپنی عسکری قوت کو ضائع نہ کیا جائے۔ کیونکہ اگرچہ عربوں نے معان کے شمال کی جانب ریلوے لائن کو بالکل تباہ کر کے محافظ فوج کا تعلق ترک عساکر سے منقطع کر دیا تھا۔ لیکن ابھی تک اس شہر کی تسخیر میں کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ اُدھر عمان میں ترک عساکر کا اجتماع ہو رہا تھا۔ اور یہ اندیشہ تھا کہ وہ معان کے قرب وجوار سے ترکوں کو ہٹا دیں گے۔ لارنس نے یہ مناسب سمجھا کہ اُٹھ کر پھر ریلوے لائن کو تباہ

---

[۱] رابرٹ گریوز لکھتا ہے: "کہ لارنس نے عربوں کے قلب پر برطانیہ کی عظمت و کبریائی کا نقش راسخ کرنے میں بہت کوشش کی تھی۔ چنانچہ اُنہیں یقین دلایا گیا تھا۔ کہ انگریز کسی معرکہ میں ناکام نہیں ہوتے۔ شریف حسین بھی علی العموم اپنے رفقا کو اکثر یہی یقین دلایا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک شاہی اعلان نافذ کیا تھا۔ جس کا آغاز انگریزوں کی سطوت و شوکت کے اس اعتراف سے ہوتا تھا "یا ایہا المومنین! تمہاری حکومت (برطانیہ) کے پاس بے شمار طیارے ہیں"+

Marfat.com

کر کے ترکوں کے حملہ کی راہ میں دشواریاں پیدا کی جائیں۔ یہ خدمت ناصر کے سپرد کی گئی۔ لارنس نے انہیں دنوں ایلنبی سے ملاقات کر کے یہ تجویز پیش کی کہ درآعہ پر حملہ کیا جائے۔ اگر یہ مقام قبضہ میں آگیا۔ تو ترک دمشق حیفہ اور شمالی فلسطین سے بھی عمان و معان کے محصورین کو کوئی کمک نہ بھیج سکیں گے۔ ایلنبی نے حملہ کے لئے دو ہزار سواری کے اونٹ دیئے۔ اور درعاہ پر یورش کی تیاریاں ہونے لگیں۔ لارنس تو چاہتا تھا کہ مدینہ کی محاصر فوج بھی درآعہ کے حملہ میں شرکت کرے۔ اور شریف حسین خود اس حملہ میں کمانڈر انچیف کی حیثیت سے شریک ہو۔ لیکن حسین کی عافیت پسندی میدان کارزار کی دشواریاں کب گوارا کر سکتی تھی۔ وہ اپنے حریم امن سے باہر نہ نکلا۔ اور درآعہ کے معرکہ کو بھی فیصل اور لارنس کے تدبر پر چھوڑ دیا گیا۔

حملہ کی تیاریاں درآعہ پر حملہ کی تیاریاں بڑے زور و شور سے کی گئیں۔ ازرق میں قبائل کا سیلاب امنڈ آیا۔ میجر یکسٹن کے ماتحت انگریز سپاہیوں کی ایک مختصر جمعیت بھی اس مہم میں شریک تھی۔ اور گورکھا سپاہیوں کا ایک دستہ بھی تھا۔ جنہوں نے عمان کے شمال میں ریلوے لائن کو تباہ کر کے درآعہ کا پیوند اس سے منقطع کر دیا۔ انگریزوں نے مسلح موٹریں اور طیارے بھی بھیجے۔ فیصل ایک ہزار شتر سواروں کی فوج لے کر آیا۔ عودہ ابن طائی اپنے رفقا کے ساتھ پہنچا۔ فرانسیسی سپاہیوں کا ایک دستہ آکر شریک ہوا۔ پھر سرحد عراق کے قبائل کا امیر شیخ نوری جمعیت کثیر کے ساتھ آیا۔ بنی صخر کے شجاع عرب جو شہسواری اور سپہ گری میں بے نظیر سمجھے جاتے ہیں بڑے سامان کے ساتھ آئے۔ فرزندان دروز بھی اپنے خاص نشان اٹھائے پہنچے۔ ان کے علاوہ لارنس اور راس کے رفقا بھی تھے جن میں شام و عراق کے اکثر

مشہور شہسوار اور سپاہی شامل تھے +

عربوں کا یہ سارا اجتماع اس یقین و اعتماد کے ساتھ تھا۔ کہ شام پر اُن کا علم لہرائے گا۔ اور امیر نوری جو پہلے بھی اپنے شکوک ظاہر کر چکا تھا۔ لارنس کے پاس آیا اور اُس سے کہا۔ کہ برطانیہ نے شام اور فلسطین کے متعلق مختلف معاہدے کر رکھے ہیں۔ ایک معاہدہ کا مفہوم یہ ہے۔ کہ "مفتوحہ علاقہ کو فرانس روس اور برطانیہ آپس میں تقسیم کر لیں گے" ایک معاہدہ کا مفاد یہ ہے۔ کہ "فلسطین کو صیہونیان عالم کا مرکز بنا دیا جائے گا" ایک معاہدہ یہ ہے۔ کہ "عرب جس علاقہ کو اپنی قوت بازو سے فتح کریں گے۔ وہ انہیں کے زیر نگیں رہے گا" یہ معاہدے بے حد متضاد و متبائن ہیں۔ ہم ان میں سے کس کو صحیح تسلیم کریں؟ لارنس نے جواب دیا کہ "آخری معاہدہ وہ ہے۔ جو عربوں سے کیا گیا ہے۔ اس لئے باقی تمام معاہدوں کو منسوخ تصور کرنا چاہئے۔ لارنس کے اس جواب نے امیر نوری کو مطمئن کر دیا۔ لیکن لارنس یہ محسوس کرتا تھا۔ کہ ان وعدوں کے ایفا کی نوبت کبھی نہیں آئیگی +

لطف یہ ہے کہ عین اس زمانہ میں جبکہ اتحادی عربوں کی تحریک حریت سے غیر معمولی شغف و انہماک ظاہر کر رہے تھے۔ دوسری جانب ترک ارباب سیاست کے قدامت پسند گروہ سے جو جدید عقاید کو قومی ترقی کے حق میں سم قاتل سمجھتا تھا۔ مصالحت کی گفت و شنید ہو رہی تھی۔ یہ گروہ اپنی فرسودہ خیالی کے باعث نوجوان ترکوں کے اس عقیدہ کو ناپسند کرتا تھا۔ کہ ہر قوم کو خود اپنی قسمت کا فیصلہ کرنے کا حق حاصل ہے۔ اور اس لئے اُسے کبھی

Marfat.com

گوارا نہیں ہو سکتا تھا۔ کہ عرب اپنی خود مختار سلطنت قایم کریں۔ اگر اس گفت و شنید کا نتیجہ یہ ہوتا۔ کہ برطانیہ کو مشرق میں چند مراعات حاصل ہو جاتیں۔ تو یقیناً اسی زمانہ میں ترکوں سے صلح ہو جاتی۔ اور انگریزوں کو عربوں کی اعانت سے دست کش ہو جانا پڑتا۔ لارنس نے اس زمانہ میں فیصل کو مشورہ دیا۔ کہ انجمن اتحاد و ترقی کے نوجوان ارکان سے گفتگو کی جائے۔ تاکہ اگر ترک سیاسئین کے قدامت پسند گروہ سے کوئی مفاہمت نہ ہو سکے تو ترکانِ احرار کو حریت کے نام پر مجبور کیا جائے۔ کہ وہ شام پر عربوں کی سیادت تسلیم کر لیں +

تیرھواں باب

تسخیر دراعہ

دراعہ پر یورش کے آغاز میں ایک ایسا واقعہ ہوا جس نے عربوں کے حوصلے پست کر دیئے۔ اور اگر لارنس کی غیر معمولی ذہانت آڑے نہ آ جاتی تو اغلب تھا کہ بغاوت عرب کامیابی کے اس قدر مراحل طے کرنے کے باوجود ناکام ہوتی ؀

باغیوں کی جمعیت مختلف افکار و عقائد کے لوگوں پر مشتمل تھی۔ اور ہر شخص اپنے جداگانہ مقصد کے پیش نظر بغاوت میں شریک ہوا تھا۔ مثلاً شریف حسین کا مقصد یہ تھا کہ ایک وسیع عرب سلطنت قایم کی جائے جس میں شام اور فلسطین بھی شامل ہوں۔ اور اُس کی عنان حکومت شریف کے قبضہ میں ہو۔ جعفر پاشا۔ نوری پاشا۔ اور مولود وغیرہ شامی عرب یہ چاہتے تھے۔ کہ شام میں ایک آزاد سلطنت قایم کریں۔ ان کے علاوہ بعض قبائل ایسے بھی تھے جنہیں نہ تو شریف حسین کے مقاصد سے ہمدردی تھی۔ اور نہ شامیوں کے افکار سے کوئی سروکار۔ بلکہ محض مال غنیمت کی طمع انہیں عرصۂ کارزار میں کھینچ لائی تھی ؀

حسین جیسے شامیوں کے عقاید کا علم تھا۔ اکثر اوقات اپنی قوت و

Marfat.com

اختیار کا اعلان کرتا رہتا تھا۔ چنانچہ جب اُس نے سنا کہ جعفر پاشا کو عام طور پر کمانڈر اعظم کہا جاتا ہے۔ تو اُسے بہت ناگوار گذرا۔ اُس نے ایک فرمان نافذ کیا جس کا مفہوم یہ تھا۔ کہ جعفر کی حیثیت ایک کپتان سے زیادہ نہیں۔ کوئی شخص اُسے کمانڈر اعظم نہ کہے۔ اس فرمان نے شامی عربوں میں اضطراب برپا کر دیا۔ جعفر پاشا۔ مولود اور دوسرے کار آزمودہ شامی افسر فوراً مستعفی ہو گئے۔ فیصل نے یہ کیفیت دیکھی تو اُس نے بھی احتجاج کے طور پر استعفیٰ دے دیا۔ لیکن حسین پر فیصل کے استعفیٰ نے بھی کوئی اثر نہیں کیا۔ اور اُس نے زید کو لکھا کہ فیصل سے چارج لے کر اُسے سبکدوش کر دو۔

لارنس کے لئے یہ ایک عجیب کشمکش کا موقع تھا۔ وہ حسین کے اس فرمان کی چنداں پروا نہ کرتا۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ دراعہ پر یورش کے تمام انتظامات مکمل ہو چکے تھے۔ ایسے موقع پر شامیوں کا حملے میں شرکت سے انکار کر دینا۔ اور فوج کی عنان قیادت کا فیصل کے ہاتھوں سے نکل کر زید کے ناتجربہ کار ہاتھوں میں چلا جانا یہ معنی رکھتا تھا کہ انہیں اس مہم کی کامیابی کی کوئی اُمید نہیں رکھنا چاہیئے۔ چنانچہ اُس نے ایلنبی اور مصر کے ہائی کمشنر[1] سے رجوع کیا۔ اُن کی فہمائش کا اتنا اثر ہوا۔ کہ شریف نے ایک برقی پیغام بھیجا جس کے پہلے حصہ میں اس واقعہ پر اظہار افسوس

[1] مصر کا ہائی کمشنر سر ہنری میکماہن تھا۔ اسی نے حسین کے ساتھ معاہدہ کیا۔ اور اسی کے توسط سے حسین کو روپیہ ملتا تھا۔ شریف حسین کو اپنی خود مختاری کا اعلان کرنے اور اپنی ذاتی اور فوجی قوت قایم کرنے کی امداد میں فروری ۱۹۲۰ء تک بارہ لاکھ گنی یعنی ایک کروڑ اسی لاکھ روپیہ دیا گیا۔

کیا گیا تھا۔ لیکن دوسرے حصہ میں پھر یہ الفاظ دہرائے گئے تھے۔ کہ "جعفر پاشا کی حیثیت ایک معمولی کپتان سے زیادہ نہیں" لارنس نے یہ چال چلی کہ فیصل اور جعفر کو اس تار کا صرف پہلا حصہ دکھایا۔ اس طرح وہ بے اطمینانی جس نے فوج میں بغاوت کے آثار پیدا کر دیئے تھے۔ دور ہو گئی۔ اور درآعہ پر حملہ و ہجوم کی تیاریاں ہونے لگیں۔

قتل عام | لارنس نے درآعہ پر یورش کے زمانہ میں غیر معمولی جنگی قابلیت کا ثبوت دیا۔ اس نے عمان کو بظاہر اپنا مرکز توجہ ظاہر کر کے ترکوں کو اس غلط فہمی میں مبتلا کر دیا۔ کہ عرب عمان پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ ادھر ترک عمان کے استحکام میں مصروف تھے۔ اور ادھر ارزق میں عربوں کا اجتماع ہو رہا تھا۔ ۱۲ ستمبر کو تمام تیاریاں مکمل ہو گئیں۔ پہلے ریلوے لائن کو تباہ کر کے عمان۔ معان۔ مدینہ۔ ناصرہ اور وادی اردن کے ترک عساکر کا تعلق منقطع کر دیا گیا۔ اور اس کے بعد درآعہ کے قرب و جوار میں چھوٹے چھوٹے معرکے ہونے لگے۔ یرموک کا پل جس پر لارنس پہلے بھی ناکام حملہ کر چکا تھا۔ ڈائنامیٹ سے اڑا دیا گیا۔ اس کے پاس ہی ترکوں کی چوکی تھی۔ انہوں نے بکمال شجاعت و مردانگی مقابلہ کیا۔ لیکن عرب ہر گوشہ سے سیلاب کی طرح امنڈ پڑے۔ اور ترکوں کو ایک ایک کر کے قتل کر ڈالا۔ حوران کے دہقان قتل و غارت میں سب سے پیش پیش تھے۔ بچے۔ بوڑھے۔ عورتیں سب اس قتل عام میں حصہ لے رہے تھے۔ غارتگری کا سلسلہ ختم ہوا۔ تو چوکی پر پیٹرول چھڑک کر آگ لگا دی گئی۔ آگ کے شعلے بلند ہوتے دیکھ کر دور دور سے عرب باغی کھنچ کر پہنچ گئے۔

عربوں کی پے در پے کامیابیوں نے درآعہ کے حکام کو خائف کر دیا۔ ان

میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ مردوں کی طرح میدان کارزار میں کٹ مرتے۔ اس لئے وہ لارنس کے پاس پہنچے۔ اور کہا کہ ہم شہر کے دروازے کھول دیتے ہیں۔ آپ بے خل وغش قبضہ کر لیجئے۔ لارنس نے سوچا کہ اگر ایلنبی نے شکست کھائی۔ تو دراعہ پھر ہاتھ سے نکل جائے گا اس لئے مصلحت یہی ہے کہ ابھی دراعہ پر قبضہ نہ کیا جائے۔ چنانچہ اس نے یہ درخواست قبول نہ کی +

یرموک کے پل کے بعد تل الشہاب کے پل کی باری آئی۔ اس پل کی محافظ فوج کا کپتان نسلاً ارمنی تھا۔ اس نے لارنس سے وعدہ کیا۔ کہ میں بآسانی تل الشہاب پر آپ کا قبضہ کرا دوں گا۔ صلاح یہ قرار پائی۔ کہ ارمنی کپتان چار عربوں کو اپنے ساتھ لے جائے۔ اور انہیں اپنے کمرے میں چھپا رکھے۔ پھر اپنے ماتحت افسروں کو ایک ایک کر کے بلائے اور چاروں عرب کمینگاہ سے نکل کر اُن کی مشکیں کس لیں۔ تجویز تو خوب تھی۔ لیکن عین وقت پر ایک جرمن کرنیل کی سرکردگی میں ترکوں کا ایک دستہ پہنچ گیا۔ جس نے ارمنی کپتان کو غداری کے جرم میں گرفتار کر لیا +

لارنس اور اس کے رفقا دراعہ کے قرب وجوار میں مصروف کارزار تھے کہ انہیں اطلاع ملی کہ ایلنبی کو عظیم الشان فتح حاصل ہوئی ہے۔ اس خبر کے پہنچتے ہی دراعہ پر حملہ کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا۔ اور یہ قرار پایا کہ ہندوستانی سپاہی دراعہ پر بڑھیں۔ آسٹریلیا کی فوج حوران پر حملہ کرے۔ اور نیوزی لینڈ والے عمان کو مرکز ہجوم بنالیں۔ پھر نیوزیلینڈ کے سپاہی تو عمان کی حفاظت کریں۔ اور باقی دونوں فوجیں دمشق پر حملہ آور ہوں +

عربوں کی سقائی | انیلس بیان حیفہ وغیرہ مقامات سے ایلنبی کے حملے نے ترکوں کو

نکال دیا تھا۔ جو ترک آسٹرین اور جرمن سپاہی پسپا ہوئے تھے۔ انہیں لارنس اور اس کے رفقا یا تو قتل کرڈالتے تھے۔ اور یا انہیں گرفتار کرلیا جاتا تھا۔ یہ حکم عام تھا کہ ہزیمت خوردہ ترکوں میں سے ایک بھی بچ کر نکلنے نہ پائے۔ جس رات یہ اطلاع ملی۔ کہ بلغاریہ نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ حوران کی ساری آبادی ترکوں کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور انہیں ایک ایک کر کے قتل کر ڈالا گیا۔ ترک فوج کے دو دستے جن میں ایک چار ہزار مجاہدین پر مشتمل تھا۔ اور دوسرے میں دو ہزار سپاہی تھے۔ شیخ سعد کی جانب پسپا ہو رہے تھے۔ لارنس نے بڑھ کر ان کا راستہ روک لیا۔ انہوں نے بڑی جوانمردی سے مقابلہ کیا۔ لیکن ہر گوشہ سے عرب مور و ملخ کی طرح پیدا ہو رہے تھے۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ساری کائنات ترکوں سے آمادۂ پیکار ہے۔ چنانچہ وہ سب کے سب کٹ مرے۔ مجروح ترکوں پر بھی رحم نہیں کیا گیا۔ اور انہیں نہایت بے دردی سے قتل کر ڈالا گیا۔ درآعہ کی ترک پولیس کے سپاہیوں کو جنہوں نے حوران کے باغیوں کو سزا دی تھی۔ ریت پر گھسیٹا گیا۔ اور طرح طرح کی اذیتیں دینے کے بعد قتل کیا گیا۔ لارنس نے اس موقع پر کہا تھا: "میرے نزدیک وہی شخص محبوب ترین ہے جو سب سے زیادہ ترکوں کی لاشیں میرے پاس لائے[1]"

ترک۔ آسٹرین۔ جرمن سب کے سب نہایت شجاعت سے لڑے۔ لارنس کا حکم تھا۔ کہ "کسی کو گرفتار نہ کرو۔ سب کو قتل کر ڈالو" لیکن عربوں کے ایک دستہ کو یہ اطلاع نہیں ملی تھی۔ اور انہوں نے دو سو ترکوں کو گرفتار کر لیا تھا۔ جب وہ قیدیوں

[1] "لارنس اور عرب" مصنفہ رابرٹ گریوز۔ صفحہ ۳۶۶

کو لے کر لارنس کے پاس پہنچے۔ تو یکایک ایک عرب جسے ترکوں نے مجروح کیا تھا، چیخ اٹھا۔ سب کی نگاہیں اس کی جانب پلٹ گئیں۔ اور ایک شخص نے پوچھا "حسن تمہیں کس نے مجروح کیا؟" اس نے ترک اسیروں کی جانب اشارہ کیا اپنے ایک ہمراہی کو مجروح دیکھ کر عرب اس قدر برافروختہ ہوئے کہ انہوں نے سارے قیدیوں کو قتل کر ڈالا +

غرضکہ اس قدر خونریزی کے بعد درآعہ ۲۸ ستمبر ۱۹۱۸ء کو فتح ہوا۔ جنرل بیرو جسے درآعہ پر حملہ کا حکم دیا گیا تھا۔ اس وقت پہنچا۔ جب کہ عرب شہر پر قبضہ کر چکے تھے +

Marfat.com

چودھواں باب

فتح دمشق

دوسرے دن لارنس موٹر میں بیٹھ کر دمشق[1] پہنچا۔ بقیۃ السیف ترک ابھی تک جا بجا لڑ رہے تھے۔ جرمنوں کا ایک دستہ آگ کے دریا میں شناوری کر رہا تھا۔ لیکن اُن میں کوئی بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ جب افسر حکم دیتا تھا۔ پلٹ کر فیر کرتے تھے اور بڑھتے چلے جاتے تھے۔ انگریز مورخوں کو بھی ترکوں اور جرمنوں کی بے مثل شجاعت کا اعتراف ہے +

ہنگامہ کارزار زیادہ دیر تک گرم نہیں رہا۔ تھوڑی دیر میں ہر چہار جانب ترکوں اور جرمنوں کی لاشوں کے انبار نظر آنے لگے۔ جہاں تک نظر کام کرتی تھی انسان کی درندگی کا ہولناک منظر دکھائی دیتا تھا۔ دمشق کا گورنر علی رضا ترکوں کے خلاف سازش میں شریک تھا۔ اور دمشق کی مجلس وطنیہ کی صدارت بھی اُسی کے سپرد تھی۔ لارنس نے ایک سوار کو اُس کے پاس دوڑایا۔ کہ شہر پر عربوں کا علم نصب کر دے۔ علی رضا[2]

---

[1] دمشق ۱۳ھ مطابق ۶۳۴ء میں بعہد حکومت حضرت خلیفۂ ثانی مسلمانوں کے حیطۂ اقتدار میں آیا اور ۱۹۱۸ء میں تیرہ سو سال کے بعد پھر نصاریٰ کے قبضہ میں چلا گیا + [2] حاشیہ بر صفحہ ۸۰

اُس وقت ترکوں کے ایک ہزیمت خوردہ دستے کی کمان کر رہا تھا۔ اس کے نائب شکری نے ٹون ہال پر عربی عَلَم نصب کرنے کی سعادت حاصل کی۔ لارنس جب رولز رائس موٹر میں بیٹھ کر ایک فاتح کی حیثیت سے دمشق میں داخل ہوا۔ تو اہل دمشق دو رویہ صفیں باندھے کھڑے تھے۔ ٹون ہال کے قریب شامی عربوں کا ہجوم تھا۔ جو والہانہ رقص سے اپنی آزادی کا اعلان کر رہے تھے۔ اس سارے مجمع میں لارنس یا اس کے انگریز رفقا ہی جانتے تھے۔ کہ شامیوں کی آزادی کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہوگا۔

لارنس نے اپنی کتاب "ہفت ستونِ دانش"[1] کے خاتمہ پر لکھا ہے۔ کہ میں فتح دمشق کے بعد اپنے کمرہ میں تنہا بیٹھا تھا۔ کہ یکایک موذن نے اذان دی۔ اس نے اذان کے خاتمہ پر کہا کہ "اے اہل دمشق آج خدا نے ہم پر بہت کرم کیا۔" یہ واقعہ نقل کر کے وہ لکھتا ہے کہ ان لاکھوں نفوس میں صرف میں اس حقیقت سے آگاہ تھا کہ موذن کا اظہارِ مسرت بے معنی ہے۔ لارنس آغاز سے یہ جانتا تھا۔ کہ اتحادی شام پر کبھی عربوں کی سیادت تسلیم نہیں کریں گے۔ لیکن وہ انہیں ہمیشہ یہ یقین دلانے کی کوشش کرتا رہا۔ کہ عراق۔ شام اور فلسطین پر ان کا علم اقتدار لہرائے گا۔ اس لئے اس کا یہ اظہار ندامت اپنی نیک نیتی کا یقین دلانے کی ایک بے سود کوشش ہے۔

(حاشیہ صفحہ ۷۹) یہ عجیب بات ہے کہ ترک سپاہی جتنے شجاع اور بہادر ہوتے ہیں۔ آنکے افسر اتنے ہی غدار اور بزدل۔ ترک فوج کے جن افسروں نے سازش میں شریف حسین اور انگریزوں کا ساتھ دیا۔ ان کی فہرست بہت طویل ہے۔

[1] "سیون پلرز آف وزڈم"

عبدالقادر الجزائری اتحادیوں کی فریب کاری کا احساس سب سے پہلے عبدالقادر[51]
الجزائری کو ہوا۔ یہ شخص مشہور اسلامی مجاہد امیر عبدالقادر الجزائری کا پوتا تھا چنانچہ
اُس نے دمشق میں اتحادیوں کے خلاف علم جہاد بلند کر دیا۔ چند غیور دروزی بھی
اُس کے ساتھ شریک ہوگئے۔ لارنس کو اطلاع ملی تو اُس نے شہر کے شمالی
حصہ میں فوج پھیلا دی۔ جس نے عبدالقادر کو پسپا کر دیا۔ عبدالقادر اور دروزی
بھاگ نکلے۔ اور دوپہر ہوتے ہوتے شہر میں امن ہوگیا +

علی رضا واپس آگیا۔ اور اُسے دمشق کا گورنر بنا دیا گیا۔ دوسرے دن
ایلنبی بھی پہنچ گیا۔ فیصل درآعہ سے اپنے رفقا سمیت پہنچا۔ لوگوں نے اُس کا
نہایت شاندار استقبال کیا۔ یہاں ایلنبی اور فیصل کی ملاقات ہوئی۔ لارنس
اس موقع پر ترجمان کی خدمت انجام دے رہا تھا +

دوسرے دن لارنس نے رخصت طلب کی۔ ایلنبی تو نہیں مانتا تھا لیکن
جب لارنس نے سمجھایا۔ کہ میرا یہاں سے چلا جانا ہی قرین مصلحت ہے۔ تو وہ مان
گیا۔ لارنس جانتا تھا کہ موجودہ نظام حکومت عارضی اور ناپائدار ہے آج جہاں عربی
علم لہراتا نظر آرہا ہے۔ کل وہاں فرانسیسی پرچم بلند دکھائی دیگا۔ اُس وقت میں
عربوں کو کیا جواب دوں گا؟ چنانچہ وہ اپنے عرب دوستوں سے رخصت ہوا۔ دوسرے
سال جب عربوں کی ساری اُمیدیں پامال کر دی گئیں تو اُنہیں لارنس کے دلفریب

---

[51] عبدالقادر نے پہلے بھی کئی مرتبہ لارنس کو چکر دیا تھا۔ اس واقعہ سے ایک دو روز پہلے
دمشق کے ایوان حکومت میں ایک مختصر بزم مشاورت منعقد تھی۔ عبدالقادر بھی شریک صحبت
تھا۔ باتیں کرتے کرتے یکایک وہ خنجر ہاتھ میں لئے لارنس پر حملہ آور ہوا۔ لیکن عودہ ابن بوطائی نے اُسے روک لیا

Marfat.com

وعدے یاد آ گئے۔ انہیں تو قع تھی کہ لارنس کسی دن واپس آکر ہمیں فرانسیسیوں کی غلامی سے نجات دیگا۔ آخر ان کا پیمانۂ شکیب چھلک گیا۔ چند سال کے بعد ہی فرزندانِ دروز نے فرانسیسیوں کے خلاف علم جہاد بلند کر دیا۔ فرانسیسوں نے شامیوں پر جو ظلم توڑے ان کی خونیں داستان گھر گھر مشہور ہے۔ حوران ازرق۔ لبنان میں جہاں ترکوں نے خاک اور خون میں لوٹ کر حسین شہید علیہ السّلام کی سنّت پارینہ کی تجدید کی تھی۔ شامیوں کا خون بہایا گیا۔ شاید یہ ترکوں کے خون کا انتقام تھا جو غدار شامیوں سے لیا گیا۔

له رابرٹ گریوز لکھتا ہے کہ سال بھر تک تو یہ کیفیت رہی کہ جب کوئی [illegible] یا اس کے گرد و نواح میں اترتا تھا تو سب یہ سمجھ کر کہ لارنس واپس آگیا [illegible] لیتے تھے۔

Marfat.com

پندرھواں باب

مجلسِ صلح

لارنس لندن پہنچا۔ تو مشرق و مغرب میں امن و امان ہو چکا تھا۔ ۱۱ نومبر ۱۹۱۸ء کو دنیا بھر میں جشن صلح منایا گیا۔ لارنس اس موقع پر لندن میں تھا لیکن جنگ کی ہنگامہ آفرینیوں کے بعد اُسے وطن میں امن و سکون کے دن بسر کرنا نصیب نہ ہوئے۔ تھوڑے دن ہی گذرے تھے کہ فیصل بھی لندن پہنچ گیا۔ اور لارنس اُس کے ساتھ برطانی وفد کے ایک رُکن کی حیثیت سے پیرس کی مجلس صلح میں شرکت کی غرض سے روانہ ہو گیا +

عرب میں لارنس کو فولادی تلوار سے کام لینا پڑا تھا۔ پیرس میں دلائل کی تلوار سے کام لینا پڑا۔ مجلس صلح میں دنیا بھر کے مدبّر موجود تھے۔ ولسن۔ لائڈ جارج۔ کلیمنشو۔ مانٹیگو۔ سونینو[۵] وغیرہ نے نہایت فصیح و بلیغ تقریریں کیں۔ لارنس

[۵] سونینو اطالیہ کا نمائندہ تھا +

Marfat.com

نے دلائل و براہین کے اس معرکہ میں طلاقتِ لسانی کے وہ جوہر دکھائے۔ کہ بڑے بڑے مدبر عش عش کر اُٹھے۔

شریف چاہتا تھا کہ اُس تمام علاقہ پر جس کی زبان عربی ہے۔ اُس کی حکومت تسلیم کر لی جائے۔ اور وہ مکہ معظمہ کو صدر مقام قرار دے کر ایک وسیع سلطنت پر حکمرانی کرے۔ جس میں عراق، فلسطین اور شام شامل ہوں۔ اُدھر فیصل کی صرف یہ خواہش تھی کہ اُسے شام کا بادشاہ بنا دیا جائے۔ شریف حسین کا مطالبہ تو اتحادیوں کے لئے کسی صورت میں بھی قابلِ قبول نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن مشکل یہ آ پڑی، کہ فرانسیسی فیصل کو بھی شام کا بادشاہ تسلیم نہیں کرنا چاہتے تھے۔ جب تک جنگ جاری رہی۔ لارنس نے شریف حسین کو ہمیشہ یہ یقین دلایا۔ کہ اُسے سارے عربستان کا مطلق العنان فرمانروا تسلیم کر لیا جائے گا۔ فیصل سے یہ کہا جاتا رہا کہ شام اُس کے زیرِ نگین ہوگا۔ اور شامی عربوں سے یہ وعدہ کیا جاتا رہا۔ کہ انہیں شریف حسین اور فیصل سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ بلکہ اُن کے ملک کی عنانِ حکومت اُنہیں کے قبضہ میں رہے گی۔ لیکن مجلسِ صلح میں صاف آنکھیں پھیر لی گئیں اور نہ تو شریف حسین کی خواہش پوری ہوئی۔ نہ فیصل کی اُمید بر آئی اور نہ شامی وطن پرستوں کے جذبات کا احترام کیا گیا۔

ایک فرانسیسی نمائندہ دُور کی کوڑی لایا۔ اُس نے ایک نہایت فصیح تقریر میں کہا۔ کہ شام پر تو فرانسیسیوں کا پرانا حق ہے۔ باور نہ ہو تو حروبِ صلیبیہ کی تاریخ اُٹھا کر دیکھ لیجئے۔ لارنس نے جو فیصل کی ترجمانی کا حق ادا کر رہا تھا برجستہ جواب دیا کہ صاحب۔ یہ بھی فرما دیجئے۔ کہ حروبِ صلیبیہ میں کون فتحمند ہوا تھا

Marfat.com

عرب یا فرانسیسی +

غداری کا صلہ | آخر بڑی دشواری سے فیصل اور فرانسیسی مدبر کلیمنشو میں مفاہمت ہوئی اور یہ قرار پایا کہ بیروت اور لبنان تو فرانس کے قبضہ میں رہیں۔ اور ملک کے اندرونی حصہ میں فیصل فرانسیسوں کی مدد سے حکومت کرے۔ لیکن فرانس اس عہد پر بھی قائم نہ رہا۔ اور کلیمنشو کے مستعفی ہونے کے بعد اُس کی حکمت عملی میں بھی تغیر واقع ہوگیا۔ فیصل دمشق سے نکال دیا گیا۔ وہ بہت عرصہ تک فلسطین۔ اطالیہ اور انگلستان میں گلیوں کی خاک چھانتا پھرا۔ اور جب تمام دروازے بند پائے تو مایوس ہو کر مکہ معظمہ چلا گیا۔ آخر بڑی مشکلوں سے اُسے عراق کا فرمانروا تسلیم کیا گیا۔ اور وہ برطانی ہائی کمشنر سر پرسی کاکس کی مدد سے بغداد میں تخت نشین ہوا +

اس طرح شام فرانس کے قبضہ میں رہا۔ عراق پر فیصل متصرف ہوگیا۔ اب فلسطین رہ گیا تھا لیکن اس سرزمین میں بھی عربوں کے خاص حقوق تسلیم نہیں کیے گئے۔ بلکہ اسے یہودیوں کا مرکز بنا دیا گیا۔ اور دنیا کے مختلف اطراف و اکناف سے یہودی ہجرت کرکے وہاں پہنچنے لگے۔ اس حکمت عملی کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج فلسطین میں یہودی اور مسلمان باہم گردست و گریبان ہو رہے ہیں۔ اور انگریز باطمینان تمام حکومت کر رہے ہیں +

لیکن انگریزوں اور فرانسیسوں کی مستعمرانہ حکمت عملی کے نتائج بھی اچھے ثابت نہیں ہوئے۔ شام میں دروز کے شجاع اور غیور فرزندوں نے علم جہاد بلند کر دیا۔ فلسطین میں یہودی انگریزوں کی شہ پاکر عربوں کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور عرصہ تک فلسطین و شام میں خونریزی ہوتی رہی۔ آج جبکہ یہ سطور

Marfat.com

لکھی جارہی ہیں۔ عربستان میں اضطراب برپا ہے۔ اور تمام عرب یہ محسوس کر رہے ہیں کہ اُنہوں نے اتحادیوں کی مدد کرنے میں شاید غلطی کی تھی۔ اس وقت عراق حجاز۔ نجد۔ شرق اردن۔ شام اور فلسطین میں بظاہر امن ہے۔ لیکن دراصل عربوں کی روح مضطرب ہے۔ اور کیا عجب ہے کہ اس خاک سے پھر جنگ و پیکار کے شعلے بھڑک اُٹھیں +

انگریزوں کی نگاہیں اس وقت مملکت نجد و حجاز کے فرمانروا سلطان ابن سعود پر لگی ہوئی ہیں۔ کیونکہ برطانی ارباب سیاست یہ محسوس کر رہے ہیں۔ کہ سلطان اتحاد عربستان کے حامی ہیں۔ اور اُن کا منتہائے نظر بھی یہی ہے۔ کہ ایشیا اور افریقہ کے جن علاقوں میں عربی بولی جاتی ہے۔ اُس کی ایک دولت مشترکہ قایم کی جائے +

کہا جاتا ہے کہ لارنس اتحادیوں کی اس بے اعتنائی سے بیحد متاثر ہوا۔ اور اُس نے بھی صلح کے بعد اپنے تمام تمغے اس پیغام کے ساتھ محکمۂ جنگ میں بھیج دیئے کہ "میں عربوں سے ایفائے عہد نہیں کر سکا۔ اس لئے میں ان تمغوں کا مستحق نہیں"۔ اور جب حضور ملک معظم نے اُسے شرف باریابی بخشا۔ تو اُس نے اُن تمام بے انصافیوں کا ذکر کر دیا۔ جو عربوں کے ساتھ کی گئی تھیں۔ لارنس کے تمام سوانح نگار اس امر پر متفق ہیں کہ اس واقعہ نے لارنس کی ساری زندگی تلخ کر دی اور یہی وجہ ہے کہ وہ بغاوت عرب کے بعد عزلت اور گمنامی کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ لیکن یہ کہنا مشکل ہے۔ کہ اس افسانہ میں صداقت کا عنصر کس قدر

سولھواں باب

"شا" اور کرم شاہ

بغاوت عرب کے بعد لارنس کے جذبات افسردہ ہو گئے۔ اور اُس نے نہایت خاموش زندگی اختیار کر لی۔ شاید لارنس کے سوانح نگاروں نے اس عہد کے واقعات کو زیادہ قابل التفات نہیں سمجھا۔ ورنہ ظاہر ہے۔ کہ ایک شخص جسے صدائے چنگ و رباب کی بجائے تلواروں کی جھنکار میں لطف آتا ہو۔ اس طرح گوشۂ عزلت میں نہیں بیٹھ سکتا۔ کہ بیرونی دنیا سے اس کا تعلق بالکل منقطع ہو جائے ‫+‬

لارنس میفتر پر واز میں	لارنس نے ۱۹۱۹ء کے بعد ریولٹ ان دی ڈیزرٹ

اور "سیون پلرز آف وزڈم" کے نام سے دو کتابیں لکھیں جو بے حد مقبول ہوئیں گویا اُس نے اپنی زندگی کے یہ تین سال علمی مشاغل کے نذر کر دیئے۔ اور اگست ۱۹۲۲ء میں جب اُس کی طبیعت تصنیف و تالیف کے مشغلہ سے اُکتا گئی۔ تو وہ میفتر پرواز میں "شا" کے نام سے شامل ہو گیا۔ اُس نے ابھی اس مشغلہ میں مشکل چھ ماہ بسر کئے تھے کہ دفعتہً یہ راز کھل گیا۔ کہ لوگ جس شخص کو "شا"

Marfat.com

کے نام سے جانتے ہیں۔ وہ درحقیقت بغاوت عرب کا سالار اعظم کرنل لارنس ہی ہے۔ اخبارات میں کرنل لارنس کی اس پُراسرار عزلت گزینی کے متعلق طویل مضامین لکھے گئے۔ کیونکہ جن لوگوں کو اس کے کارناموں کا علم تھا۔ ان کے لئے اس امر پر یقین کرنا دشوار تھا۔ کہ لارنس کسی خاص مقصد کے بغیر صیغہ پرواز میں ایک کلرک کی حیثیت سے شامل ہو سکتا ہے۔ وزیر [illegible] کو اندیشہ ہوا۔ کہ معاملہ بڑھا۔ تو پارلیمنٹ میں سوالات کئے جائیں گے۔ اور یہ شبہ کیا جائے گا۔ کہ صیغہ پرواز میں لارنس کی شمولیت کسی پُراسرار مقصد کے ماتحت ہے چنانچہ اُس نے فروری ۱۹۲۲ء میں لارنس کو علیحدہ کر دیا۔

اس کے بعد لارنس نے ٹینک کارپس میں ملازمت حاصل کر لی۔ دو سال اسی صیغہ میں رہا۔ یہ زمانہ ڈورچسٹر میں بسر ہوا۔ اور اُس نے اپنی کتاب "سیون پلرز آف وزڈم" کی تکمیل نہیں کی۔

پھر صیغہ پرواز میں

لارنس اپنے موجودہ مشغلے سے مطمئن نہیں تھا۔ اُس نے پھر صیغہ پرواز میں شامل ہونے کی کوشش کی۔ اُس کے ایک دوست نے جو انگلستان میں خاص اثر و رسوخ رکھتا تھا وزیر اعظم سے سفارش کی۔ اور لارنس کو پھر صیغہ پرواز میں منتقل کر دیا گیا لیکن اس مرتبہ اسے انگلستان میں نہیں رہنے دیا گیا۔ بلکہ پہلے کراچی میں۔ اور پھر سرحد افغانستان کے ایک غیر معروف مقام میران شاہ میں بھیج دیا گیا۔

صیغہ پرواز میں اس کے تقرر کے متعلق بہت اخفا سے کام لیا گیا [illegible] کے رفقا میں سے بھی کسی کو علم نہیں تھا۔ کہ یہ شخص کون ہے؟ جب [illegible]

Marfat.com

یہ خبر مشہور ہوئی۔ کہ کرنل لارنس آج کل یہاں ہے تو اُس کے رفقا اُس کے خط و خال سے چہروں اس تصویر سے مقابلہ کرتے رہتے تھے جو بغاوت عرب کے زمانے میں بعض اخبارات میں شایع ہوئی تھی لیکن بہت تلاش و جستجو اور تحقیق و تدقیق کے بعد بھی وہ یہ فیصلہ نہیں کر سکے۔ کہ "شاہ" اور کرنل لارنس میں کوئی نسبت ہے +

پیر کرم شاہ | لارنس جن دنوں میراں شاہ میں تھا۔ امرتسر میں ایک پُر اسرار شخص نمودار ہوا جس کی کرنجی آنکھوں اور سُنہری بالوں نے لوگوں کے ذہن میں یہ شبہہ پیدا کر دیا۔ کہ وہ کوئی افرنجی الاصل شخص ہے۔ وہ اپنا نام کرم شاہ بتاتا ہے۔ اس کے پاس زر و دولت کی فراوانی ہے۔ توہم پرست عورتیں اُسے گھیرے رہتی ہیں۔ اس کی عادات و خصائل میں کسی قدر نسائیت ہے۔ وہ بظاہر کوئی دانشمند اور مخلص شخص نہیں اگرچہ وہ اپنے خط و خال سے انگریز معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اپنے آپ کو ترکستان کا باشندہ بتاتا ہے۔ بظاہر ترکی فارسی اور عربی میں سے کسی زبان پر اُسے عبور نہیں۔ حتیٰ کہ وہ اُردو بھی صفائی اور روانی سے نہیں بول سکتا۔ عوام میں یہ افواہ مشہور ہو گئی۔ کہ پیر کرم شاہ درحقیقت کرنل لارنس ہے۔ ایک[1] موقع پر عوام کے ایک غیظ آلود مجمع نے جو اُسے مشرقی ممالک کی تباہی کا ذمہ دار سمجھتا تھا۔ اُسے پیٹ ڈالا تھوڑے

[1] نومبر ۱۹۲۸ء میں لاہور میں جبکہ پنجاب کے ممتاز رہنما لالہ لاجپت رائے کی ارتھی لے جا رہے تھے۔ پیر کرم شاہ موٹر میں آتا دکھائی دیا۔ مجمع میں سے کسی نے کہا۔ کہ لارنس بم پھینکنا چاہتا ہے۔ اس پر لوگ پیر کرم شاہ پر ٹوٹ پڑے۔ پولیس نے اُسے بچا لیا اور تھوڑی دیر تھانے میں رکھ کر چھوڑ دیا +

Marfat.com

عرصے میں اس افواہ نے قبول عام حاصل کر لیا۔ کہ لارنس جس نے عربوں کو تباہ کیا اب پیر کرم شاہ کے لباس میں جلوہ گر ہے۔

پُراسرار مراجعت | آخر کار بعض نیم سرکاری اخبارات میں اعلان کیا گیا۔ کہ کرنل لارنس "درشا" کے نام سے میراں شاہ میں مقیم ہے۔ اسی زمانے میں افغانستان کے مطلع پر انقلاب کے بادل چھا گئے۔ اور ادھر عوام میں یہ خبر گرم ہوئی۔ کہ فتنۂ افغانستان سے لارنس کا گہرا تعلق ہے۔ ان افواہوں کی بنا پر حکومت نے کرنل لارنس کو وہاں سے انگلستان بھیج دیا۔ ۸ رجنوری ۱۹۲۹ء کو وہ لاہور پہنچا۔ لیکن وہ نہ تو کسی اخبار کے نمائندے سے ملا۔ اور نہ اس کی آمد کی عوام کو اطلاع ہوئی۔ یہاں سے وہ بمبئی روانہ ہو گیا۔ اور ۱۲ رجنوری کو انگلستان جانے والے ایک جہاز پر سوار ہو گیا۔ اس واقعہ سے عوام کی قیاس آرائیوں کا خاتمہ نہیں ہوا۔ بلکہ لوگ یہی کہتے رہے کہ اصل لارنس ہندوستان میں ہے۔ اور جو شخص انگلستان بھیجا گیا ہے۔ اُس کا ہم شکل ہے۔ ان شبہات کو ایک اور واقعہ سے تقویت ہوئی۔ کہتے ہیں۔ کہ لارنس جب لندن پہنچا۔ تو فوٹو گرافروں اور اخبارات کے نمایندوں کی ایک جماعت اُس کے استقبال کرنے کے لئے موجود تھی اُس نے کسی جانب توجہ نہیں کی۔ اور ایک موٹر میں بیٹھ کر اس طرح نکل گیا۔ کہ نہ تو فوٹو گرافر اُس کی تصویر کھینچ سکے۔ اور نہ اخبارات کے نمائندے اُس سے بات کر سکے۔ لیکن ان لوگوں کو جب معلوم ہوا۔ کہ لارنس فریب دے کر نکل گیا۔ تو اُنہوں نے موٹروں میں بیٹھ کر اُس کا تعاقب کیا۔ لارنس کی موٹر پیچیدہ گلی کوچوں سے گزرتی ہوئی کنگس کے ایک عالی شان مکان کے سامنے جا کر رُک گئی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا کر اُترا۔ اور

Marfat.com

مکس کردروازہ بند کرلیا۔

اس کے اس حیرت انگیز طریق عمل نے ایک شور برپا کردیا۔"ڈیلی نیوز" نے جو انگلستان کے مقتدر ترین جرائد میں ہے۔ ایک نہایت ہوش پرور مقالہ میں حکومت سے استفسار کیا۔ کہ کرنل لارنس جیسے مشہور شخص کے سفر کو مخفی اور پوشیدہ رکھنے میں اس قدر اہتمام کیوں کیا گیا؟ اس نے نمائندگان جرائد کے سوالات کا جواب کیوں نہیں دیا؟ اپنا چہرہ کیوں ڈھانپ لیا؟ غرض کہ صرف ہندوستان میں ہی نہیں۔ بلکہ انگلستان میں بھی کرنل لارنس کے اعمال مدتوں بحث و نظر کا مرکز بنے رہے۔ اور اس کی نئی سرگرمیوں کے متعلق طویل مضامین لکھے جاتے رہے۔

فتنۂ افغانستان اور لارنس | یہ کہنا مشکل ہے کہ افغانستان کی بغاوت کے حقیقی اسباب و محرکات کیا تھے۔ لیکن فرانس۔ امریکہ اور جرمنی کے بعض جرائد نے

لہ اس نے ایک ولایتی اخبار کے نمائندے کے اصرار بلیغ پر کہا تھا۔ کہ میرا نام اسمتھ ہے اور میں لارنس کو جانتا بھی نہیں۔

لہ کلکتہ کے مشہور اخبار "لبرٹی" نے اپنی اشاعت مورخہ ۱۲ رجون ۱۹۲۹ء میں اپنے ایک نامہ نگار کا اہم مکتوب شائع کیا تھا۔ جو برلن کے ایک کثیر الاشاعت جریدہ کے بیان پر مشتمل تھا۔ اس بیان کی حسب ذیل سطور خاص طور پر قابل غور ہیں:۔

اب تک انگلستان اس بات سے انکار کرتا رہا ہے کہ کرنیل لارنس کی مشہور و پُراسرار شخصیت کا بغاوت افغانستان سے کوئی تعلق ہے۔ لیکن جب ہی یہ خبر شائع ہوئی کہ اس مشہور و معروف انگریزی ایجنٹ نے ہندوستان کے محکمۂ پرواز میں ایک معمولی سپاہی (ملاحظہ صفحہ ۹۲)

Marfat.com

دبی زبان سے یہ شبہ ظاہر کیا ہے کہ لارنس اس فتنہ کا مبدء تھا۔ اور وہ آگ جس نے جلال آباد کو جلا کر خاکستر کر دیا لارنس یا اسی قسم کے کسی فتنہ پرداز شخص کی لگائی ہوئی تھی ۔

اس شبہ کو سب سے زیادہ اس حقیقت نے تقویت ہوتی ہے۔ کہ بغاوت عرب اور شورش افغانستان کے خال وخط بہت متشابہ و متماثل واقع ہوئے ہیں جس طرح عربستان میں ترکوں کے الحاد و زندقہ کی داستانوں کو شہرت دی گئی۔ اسی طرح افغانستان میں شاہ امان اللہ خاں کے تفریح اور بے دینی کے افسانوں سے عوام کے جذبۂ حمیت دینی کو برانگیختہ کیا گیا۔ اور علما و مشائخ نے بالاتفاق اُن کے خلاف کفر کا فتویٰ دے دیا ۔

(بقیہ حاشیہ) کی حیثیت میں "شاہ" کے نام سے ملازمت حاصل کر لی ہے۔ باخبر حلقوں پر یہ حقیقت ظاہر ہو گئی۔ کہ یہ کسی خاص مقصد کی تکمیل کرنا چاہتا ہے۔ اب یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ کرنیل لارنس جو محاربہ عظیم کے دوران میں عربستان کے اندر برطانیہ کی عظیم القدر خدمات انجام دے چکا ہے۔ کرم شاہ کے نام سے ایک عرب "ملا" بن کر شنواریوں کے علاقہ میں رہا ہے۔ وہاں اس نے اپنے آپ کو صاحب کشف و کرامات اور خدا رسیدہ بزرگ ظاہر کیا۔ اور افغان قبائل کو یہ کہہ کر شاہ امان اللہ خاں کے خلاف برانگیختہ کیا کہ شاہ موصوف نے اسلام کی آبرو کھو دی۔ اسلامی قوانین و احکام کی خلاف ورزی کی۔ جو لوگ ان کی پیروی کریں گے۔ انہیں اللہ تعالیٰ سزا دے گا (ملاحظہ ہو صفحہ ۹۳)

بغاوت عرب کے ذکر میں آپ نے دیکھا ہوگا۔ کہ بڑے بڑے امرا و شیوخ جنہیں ترکوں کے عہد حکومت میں خاص رسوخ حاصل تھا۔ بغاوت میں شریک تھے۔ بعض نے علانیہ سرکشی کی۔ اور جن سے یہ نہ ہو سکا۔ وہ خفیہ طور پر باغیوں کی امداد کرتے رہے۔ شورش افغانستان کے زمانہ میں بھی یہی ہوا۔ محمد ولی خاں وکیل السلطنت جو شاہ امان اللہ خاں کے عہد میں سب سے زیادہ با اثر شخص تھا۔ باغیوں کی اعانت میں سب سے پیش پیش تھا۔ محمود سامی جو کابل کی فوج کا افسر اعلیٰ تھا۔ بچہ سقہ کی حمایت کا عہد کر چکا تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ ایسے ایسے بلند مرتبہ لوگ کسی خارجی اثر کے بغیر اپنے آقا و ولی نعمت سے غداری نہیں کر سکتے تھے۔ اب رہا غازی امان اللہ کا الحاد و زندقہ جسے بغاوت کی علت العلل

(بقیہ حاشیہ) افغانستان کے شریف گھرانوں کی جو ۱۶ لڑکیاں بغرض حصول تعلیم ترکی بھیجی گئی تھیں۔ وہ کرنل لارنس کے ایما سے درہ خیبر میں روک لی گئیں۔ اور انکا فوٹو لیا گیا۔ بعد میں اس فوٹو سے ایسی مصنوعی تصاویر تیار کی گئیں۔ جن میں ان لڑکیوں کو اس حالت میں دکھایا گیا تھا کہ وہ سپاہیوں کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے کھڑی ہیں۔ اسی طرح ملکہ ثریا کی مصنوعی تصاویر بنیا۔ کی گئی تھیں۔ جن میں دکھایا گیا تھا کہ غیر محرم اشخاص ان کے ہاتھوں کو بوسہ دے رہے ہیں۔ یہ تصویریں ہزاروں کی تعداد میں افغانستان کے ان علاقوں میں جہاں کی آبادی بالکل جاہل ہے۔ اس غرض سے تقسیم کی گئیں۔ تاکہ وہ یہ سمجھ لیں کہ اعلیٰ حضرت اور ان کی ملکہ نے اسلام ترک کر دیا۔

Marfat.com

قرار دیا جاتا ہے۔ تفحص سے کام لیا جائے۔ تو بھی ایک تو دراز کا افسانہ
گا۔ اگر شاہ امان اللہ کے الحاد کی دلیل اُن کا مغربی لباس ہو سکتا ہے۔ اور
اسے بغاوت کی علت قرار دیا جا سکتا ہے۔ تو افغانستان میں اسی دن بغاوت
برپا ہو جاتی۔ جس دن امیر حبیب اللہ خان مرحوم کے خاندان کے اکثر افراد نے
افرنجی لباس اختیار کر لیا تھا۔ جن لوگوں نے افغانستان کے حالات کا معائنہ بدقت
نظر کیا ہے۔ اور امیر حبیب اللہ خاں کے عہد حکومت کے صحیح واقعات سے
آگاہ ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ امیر شہید کے زمانہ میں افغانوں کی نگاہیں مغربی
لباس دیکھنے کی عادی ہو چکی تھیں۔ اور یہ کوئی ایسی چیز نہیں تھی۔ جو انہیں بغاوت
پر آمادہ کر دیتی ؛

کہا جاتا ہے کہ غازی امان اللہ خاں کی نگاہوں کو مغربی جاہ و جلال نے
خیرہ کر دیا۔ اور وہ سرزمین فرنگ سے عبودیت فکر کی متاع لے کر واپس لوٹے
لیکن اس بیان میں ذرہ بھر صداقت نہیں۔ سیاحت فرنگ کے زمانہ میں جب
انہیں جمعیت الاقوام میں دعوت شرکت دی گئی۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ
مشرقی اقوام کے لئے ایک علیحدہ جمعیت کا قیام چاہتا ہوں۔ مشرق و مغرب
کی روایات اس قدر مختلف واقع ہوئی ہیں۔ اور اُن کے مقاصد میں اتنا فرق
ہے کہ وہ ایک مجلس میں پہلو بہ پہلو بیٹھ نہیں سکتے۔ جس شخص کو اپنی مشرقیت کا
پاس ہو۔ اس پر مغرب پرستی کا الزام لگانا صریح ظلم نہیں تو اور کیا ہے ؟

لاول ٹامس | لارنس کا سوانح نگار لاول ٹامس جو مدت تک اس کے ساتھ
میں رہا ہے۔ شنواریوں کی بغاوت سے کچھ عرصہ پہلے افغانستان کی سیاحت

Marfat.com

کر چکا تھا۔ لاول ٹامس کی سیاحت کے واقعات جب اخباروں میں شائع ہوئے تو لوگوں نے اس سے یہی نتیجہ نکالا کہ لاول کا یہ سفر لارنس کی سرگرمیوں سے کوئی خاص تعلق رکھتا ہے ٭

لیکن لاول ٹامس کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا سفر بالکل غیر سیاسی حیثیت رکھتا تھا۔ وہ عرب میں بھی اس لئے گیا تھا۔ تاکہ بغاوت کے سربرآوردہ رہنماؤں اور اہم مقامات کی تصویریں حاصل کرے۔ اور افغانستان کی سیاحت کا بھی یہی مقصد تھا کہ اس ملک کے صحیح حالات سے اہلِ مغرب کو روشناس کرایا جائے۔ چنانچہ اُس نے ایک ضخیم کتاب لکھی۔ جو اُس کے واقعات سفر اور افغانستان کے طرزِ حکومت اور معاشرت پر مشتمل ہے ٭

بہرحال یہ امر قرینِ قیاس ہے۔ کہ فتنۂ افغانستان کسی حد تک خارجی اثرات کا رہینِ منت تھا۔ لیکن یہ کہنا مشکل ہے۔ کہ اُس سے کرنل لارنس کا واقعی کوئی تعلق تھا۔ اس باب میں جسقدر قیاس آرائیاں کی گئی ہیں تسامح سے بری نہیں۔ اور اس نوع کا کوئی قطعی ثبوت موجود نہیں جس کی بنا پر لارنس کو بغاوت افغانستان کا ذمہ دار قرار دیا جا سکے ٭

ایسے واقعات عوام کے ذوقِ افسانہ طرازی کے لئے ایک عمدہ موقع مہیا کر دیا کرتے ہیں۔ چنانچہ لارنس کے اعمال کے متعلق اخبارات میں متعدد مضامین شائع ہوئے جن میں واقعیت سے زیادہ افسانہ کا عنصر تھا۔ ان مضامین کی تردید میں سول اینڈ ملٹری گزٹ اور دوسرے جرائد نے جو مضامین لکھے۔ وہ بھی کم مضحکہ خیز نہیں تھے۔ چنانچہ سول نے کرنل لارنس اور کرم شاہ کا موازنہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ

Marfat.com

پیر کرم شاہ کا قد لارنس سے بارہ انچ لمبا ہے۔ لارنس کا قد پانچ فٹ ساڑھے پانچ انچ ہے۔ سول کی روایت کے مطابق پیر کرم شاہ کا قد چھ فٹ ساڑھے پانچ انچ ٹھہرا۔

جنوری ۱۹۲۹ء میں اخبارات نے ایک شخص ڈاکٹر ہیولاک نام کا طویل بیان شایع کیا جس کا ملخص یہ تھا۔ کہ افغانستان کے قبائل کو دو شخص برانگیختہ کر رہے ہیں۔ ان میں ایک روس کا مشہور جاسوس ٹرٹش ٹنگی ہے۔ اور دوسرا کرنل لارنس۔ لارنس نومبر کے تیسرے ہفتہ میں کابل پہنچا اور شاہ امان اللہ خاں اور وزیر جنگ سے ملاقات کر کے غائب ہو گیا۔

ہیولاک کے بیان کی طرح اور بھی اکثر بیانات اخباروں میں شایع ہوئے جن میں سے اکثر بیحد مبالغہ آمیز معلوم ہوتے ہیں۔ بہر حال فتنۂ افغانستان سے لارنس کا تعلق ہو یا نہ ہو۔ دنیا جانتی ہے کہ شنواریوں کا فتنہ حکومت سے دب نہ سکا۔ بغاوت سارے ملک میں پھیل گئی۔ شاہ امان اللہ خاں قندھار چلے گئے۔ بچہ سقا جو ایک معمولی رہزن تھا۔ تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ کابل پر متصرف ہو گیا۔ اور شاہی فوجیں منہ تکتی رہ گئیں۔ زمانہ نے ورق بھی اُلٹا۔ کہ شاہ امان اللہ نے دل برداشتہ یورپ کا عزم کیا۔ بچہ سقا کی قوت کو زوال ہوا اور آخر کار جنرل نادر خاں نادر شاہ کے نام سے تخت سلطنت پر بیٹھ گئے۔

لارنس کے موجودہ مشاغل | لارنس آجکل کہاں ہے؟ ایک بیان ہے کہ وہ پھر صحرائے عرب میں داخل ہو گیا ہے۔ بعض لوگ فلسطین کے اضطراب اور تحریک

۱؎ سول اینڈ ملٹری گزٹ باجہ ۱۰ جنوری ۱۹۲۹ء

سیھونیان سے بھی اُس کا تعلق بتاتے ہیں۔ ایک اور اطلاع سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُس نے ترکی کی حدود میں داخل ہونے کی کوشش کی۔ لیکن ترک حکام نے اُسے روک دیا۔ اس سے زیادہ حیرت انگیز اطلاع ہے۔ کہ لارنس کو ترک حکام نے گرفتار کر لیا۔ لیکن ان اطلاعات میں کوئی بھی قابل یقین و وثوق نہیں اور قطعی طور پر نہیں کہا جا سکتا۔ کہ لارنس[1] کہاں ہے۔ اور اُس نے آجکل کس ملک کو اپنی جولانگاہ بنا رکھا ہے +

[1] لاول ٹامس کا بیان ہے۔ کہ میجر مارشل لارنس کے ہر راز سے باخبر تھا۔ اور اگر وہ زندہ رہتا تو لارنس یقیناً اُسے اپنے مشاغل سے مطلع کرتا رہتا۔ لیکن کچھ عرصہ ہوا کہ دفعتہً خرطوم میں اُس کا انتقال ہو گیا۔ اور دنیا لارنس کے حالات معلوم کرنیکے اس ذریعہ سے بھی محروم ہو گئی +

Marfat.com

سترھواں باب

لارنس کی سیرت پر ایک اجمالی نظر

لارنس اپنی ظاہری شکل وصورت کے اعتبار سے کوئی باوقار شخص نہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ لوگ اُسے دیکھ کر اُس کے خصائص سیرت کے متعلق کوئی صحیح اندازہ نہیں کرسکتے۔ اُس کا قد پانچ فٹ ساڑھے پانچ انچ ہے۔ اُس کے گورے رنگ سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اُس نے اپنی عمر کا ایک حصہ عرب جیسے ملک میں جہاں شدت کی گرمی پڑتی ہے۔ بسر کیا ہے۔ اُس کی آنکھیں نیلی ہیں۔ جو پیہم حرکت کرتی رہتی ہیں۔ ہاتھ اور پاؤں چھوٹے چھوٹے ہیں۔ ٹانگیں جسم کے بالائی حصہ کے مقابلہ میں چھوٹی اور حقیر نظر آتی ہیں۔ اُس کا سر بہت بڑا ہے۔ وہ عام طور پر ہاتھ سینہ کے نیچے باندھ لیتا ہے۔ اور سر جھکا کر چلتا ہے۔ غرضکہ وجاہت ظاہری کے اس فقدان نے اُس کی حقیقی عظمت پر پردہ ڈال دیا ہے۔ اور جو لوگ اُسے اچھی طرح نہیں جانتے۔ اسکی وضع قطع سے ہمیشہ اُس کے متعلق غلط عقیدہ قائم کرلیتے ہیں۔ امریکہ کے ایک جریدہ نگار نے ایک مرتبہ اُس کے متعلق کہا تھا کہ لارنس اپنے چہرہ سے سرکس کی ایک [illegible] رقاصہ معلوم ہوتا ہے۔

Marfat.com

عادات

اوّل تو لارنس کی صورت اُس کی سیرت کی پردہ دار واقع ہوئی ہے۔ اور پھر وہ ہمیشہ یہی سعی کرتا ہے کہ اُس کا وجود دنیا کے لئے ایک معمّٰی بنا رہے۔ وہ اپنے آپ پر ایک نیم مدہوشی کی سی کیفیت طاری کرلیتا ہے۔ اُس کی ہر ادا سے حماقت مترشح ہوتی ہے۔ اور دیکھنے والے اُسے ایک سادہ لوح شخص سمجھ لیتے ہیں۔ وہ لوگ جنہوں نے اُس کی ذکاوتِ طبع کے واقعات کتابوں میں پڑھے ہیں۔ اُس سے ملتے ہیں۔ تو یہ یقین کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ لارنس جس نے عرب کے سرکش قبائل کو رام کرلیا تھا۔ اس خاموش اور سادہ لوح انسان سے بالکل مختلف ہے۔ لوگوں کو اپنے متعلق ایک غلط خیال میں مبتلا کر دینا اُس کے مخصوص مشاغل کے لئے نہایت مفید ہے۔ لیکن جب وہ چاہتا ہے۔ عوام کو اپنی شخصیت سے مرعوب کر دیتا ہے۔ بعض اوقات وہ وارفتگی اور بے خودی کا نقاب اُلٹ دیتا ہے۔ اور وہ لوگ جو چند لمحہ پیشتر اُسے ایک ناقابلِ التفات انسان سمجھے ہوئے تھے۔ یک بیک مسحور ہو جاتے ہیں +

لارنس کا ایک وصفِ خاص اُس کی کم گوئی ہے۔ وہ اکثر خاموش رہتا ہے اور جب بولتا ہے تو مختصر جملوں میں اپنا مطلب ادا کر دیتا ہے۔ اُس کے لبوں پر ہمیشہ ایک خفیف سی مسکراہٹ دکھائی دیتی ہے۔ جو بعض اوقات خندۂ دنداں نما کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ لیکن اُسے بہت کم قہقہہ مار کر ہنستے دیکھا گیا ہے +

وہ دوسرے لوگوں کے ساتھ ایک میز پر بیٹھ کر اکل و شرب پسند نہیں کرتا۔ کھانے کے اوقات کے بارہ میں بھی وہ زیادہ پابند نہیں۔ اُس کی غذا نہایت مختصر اور سادہ ہے عام طور پر صرف روٹی اور مکھن پر زندگی بسر کرتا ہے۔ وہ شراب پر سادہ پانی کو ترجیح

Marfat.com

دیتا ہے۔ رابرٹ گریوز کا بیان ہے کہ لارنس ایک مرتبہ مجھ سے ملنے آیا میں نے اُسے ناشتہ میں شرکت کی دعوت دی۔ لیکن اُس نے انکار کر دیا۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ اُس نے چہار شنبہ سے شنبہ تک کھانا نہیں کھایا۔ اس عرصہ میں اُس نے صرف تھوڑی سی مٹھائی اور ایک نارنگی کھائی تھی۔ اور چائے کا ایک پیالہ پیا تھا۔

سونے کے اوقات کے بارہ میں بھی وہ زیادہ پابند نہیں۔ آدھی رات کے بعد اُس پر غنودگی سی طاری ہوتی ہے۔ اور بہت دیر تک نیم بیداری کے عالم میں پڑا رہنے کے بعد وہ کہیں سوتا ہے۔ وہ جلسوں اور میلوں میں شرکت کا خواہاں نہیں اور عموماً اپنا دائرہ ملاقات وسیع کرنے سے محترز رہتا ہے۔ اُس کے پاس سیکڑوں خطوط آتے ہیں لیکن ان میں سے بہت کم قابلِ التفات سمجھے جاتے ہیں۔ البتہ اگر اُسے معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص مجھ سے زیادہ صاحب فضل و کمال ہے۔ تو وہ اُس سے ضرور ملاقات کر کے استفادہ کرنے کی کوشش کرے گا۔

سب سے عجیب بات تو یہ ہے کہ جس طرح اُس کے پُرانے دوست بھی بعض اوقات اُسے نہیں پہچان سکتے۔ اُسی طرح وہ بھی اُنہیں نہیں پہچانتا بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ وہ اپنی ماں اور بھائیوں کو بھی پہچان نہیں سکتا۔

معلوم ہوتا ہے کہ لارنس کے قلب میں کسی شخص کے لئے محبت کا جذبہ پیدا نہیں ہوتا۔ عورتوں سے اُسے کوئی اُنس نہیں۔ اور اگرچہ انگلستان کی حسین ترین لڑکیوں کی یہ تمنا ہے کہ اُنہیں لارنس کی رفیقۂ حیات بننا نصیب ہو جائے لیکن لارنس جنس لطیف میں کوئی کشش محسوس نہیں کرتا۔ اور جو لوگ اُسے اچھی طرح جانتے

Marfat.com

ہیں۔ اُن کا بیان ہے کہ وہ اپنی وارستہ مزاجی کی بدولت ازدواجی زندگی کے فرائض سے عہدہ برا ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا +

غرضکہ لارنس کے صرف وہ اعمال ہی حیرت انگیز نہیں جن سے تاریخ کے اوراق تابناک ہیں۔ بلکہ اُس کے ذاتی حالات۔ عادات و خصائل بھی ایک ماہر نفسیات کے لئے مستقل غور و فکر کا سامان بہم پہنچا دیتے ہیں +

علمی استعداد | ہم اس کتاب کے آغاز میں لارنس کی علمی استعداد کا ذکر کر چکے ہیں۔ اُس کا مطالعہ بہت وسیع ہے۔ اور قرون وسطیٰ کے مسیحی مجاہدین کے کارناموں کے علاوہ عہد حاضر کے بڑے بڑے کار آزمودہ جرنیلوں کے حالات بھی اُس کے دائرۂ علم و نظر سے باہر نہیں لیکن وہ بڑے بڑے کشورکشاؤں سے بھی کوئی خاص عقیدت نہیں رکھتا۔ عوام کا قاعدہ ہے۔ کہ وہ بعض لوگوں کو اُن کی جلالت قدر۔ علو مرتبت اور غیر معمولی شہرت کی بنا پر فوق الفطرۃ انسان سمجھ لیتے ہیں لیکن لارنس کی یہ کیفیت نہیں۔ یوں کہنا چاہئے۔ کہ وہ شخصیت کے بتوں کی پرستش نہیں کرتا۔ یہ الگ بات ہے کہ اُس کے کارناموں نے ایک ایسا گروہ پیدا کر دیا ہے۔ جو اُسے اپنا معبود سمجھتا ہے۔ اور اُس سے اسی نوع کی والہانہ عقیدت رکھتا ہے +

لارنس شاعر بھی ہے فلسفی بھی اور مورخ بھی۔ وہ کئی زبانوں میں مہارت رکھتا ہے۔ اور فرانسیسی اطالوی، ہسپانوی۔ جرمن نہایت صفائی اور روانی کے ساتھ بول سکتا ہے۔ ہالینڈ اور ناروے کی زبانوں میں بھی اُسے درخور ہے۔ اور کسی قدر اردو بھی بول سکتا ہے +

لارنس مصنف کی حیثیت میں | لارنس کو دنیا ایک مصنف کی حیثیت سے بھی جانتی ہے۔

Marfat.com

اُس نے دو کتابیں لکھی ہیں "سیون[1] پلرز آف وزڈم" اور "ریوولٹ ان دی ڈیزرٹ"
یہ دونوں اُس کے مشاہدات اور بغاوت عرب کے حالات پر مشتمل ہیں۔ "سیون پلرز
آف وزڈم" کے دس حصے ہیں۔ اُس نے فروری ۱۹۱۹ء میں اسے بمقام پیرس
لکھنا شروع کیا۔ اور جون تک سات حصے لکھ ڈالے۔ اُس کی تمہید کا آغاز اُس نے
قاہرہ کے فضائی سفر کے دوران میں کیا تھا۔ لندن میں اُس نے اس کا آٹھواں
حصہ لکھا۔ لیکن دسمبر ۱۹۱۹ء میں کسی نے کتاب کا مسودہ چرا لیا۔ چور کا کوئی سراغ
نہیں مل سکا لیکن اُس کے دوستوں کا خیال ہے۔ کہ اس چوری میں سیاسی اغراض
پنہاں تھیں +

جب اُس نے دوبارہ کتاب لکھنا شروع کی۔ تو اکثر یادداشتیں تلف
ہو چکی تھیں۔ حافظہ کہاں تک کام دیتا۔ لیکن کرنل ڈانی جس نے دونوں مسودے
دیکھے ہیں۔ لکھتا ہے۔ کہ ایک باب تو ایسا ہے جو حرف بحرف پہلے مسودے سے ملتا ہے۔ لارنس نے پوری کتاب
تین ماہ میں لکھ ڈالی لیکن عرصہ تک اسکی اصلاح اور کانٹ چھانٹ ہوتی رہی۔ اور اس طرح یہ کتاب
۱۹۲۶ء میں مکمل ہوئی۔ کتاب میں جا بجا ترکوں پر حملے کئے گئے ہیں۔ اور بعض مقامات نہایت فحش
ہیں۔ اس کی تحریر میں انگلستان کے بعض مشہور انشا پردازوں کی اعانت بھی شریک
تھی۔ کتاب میں تصاویر کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ لیکن اس کی صرف ایک جلد
چھپوائی گئیں۔ جن پر تیرہ ہزار پونڈ صرف ہوئے۔ اور لارنس کو دس ہزار پونڈ کا نقصان
اُٹھانا پڑا +

[1] یہ کتاب کیسی ہے؟ اور میری نظر سے نہیں گزری۔ مجھے اس کے متعلق ایرٹ گریونگی کتاب "لارنس اِن
ارابیہ" سے کسیقدر معلومات حاصل ہوئی ہیں لیکن ریوولٹ ان دی ڈیزرٹ کتب فروشوں کے [illegible]

Marfat.com

"ریوولٹ ان دی ڈزرٹ" میں بغاوت عرب کے حالات نہایت سادہ زبان میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ عربوں اور ترکوں کے رسم و رواج اور اسلامی ممالک کے جغرافیائی حالات کی نسبت لارنس کی معلومات نہایت وسیع ہیں۔ یہ کتاب زیادہ کامیاب ہوئی +

مذہبی عقاید | لارنس کے مذہبی عقاید کے متعلق بھی عجیب و غریب آرا ظاہر کی جا رہی ہیں کسی زمانہ میں یہ مشہور ہو گیا تھا۔ کہ اُس نے اسلام قبول کر لیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں یہ ہو سکتا ہے کہ اُس نے عربوں میں اثر و رسوخ حاصل کرنے کے لئے اپنے مسیحی عقائد کا اخفا ہی مناسب سمجھا ہو۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ اُس نے اسلام قبول کر لیا۔ نپولین نے بھی ایک موقع پر اسلام اور پیغمبر اسلام سے اپنی عقیدت ظاہر کی تھی۔ لیکن مورخین کا بیان ہے کہ اُس کا یہ فعل بعض سیاسی مصالح پر مبنی تھا۔ لارنس کی اسلام دوستی بھی تقریباً یہی حیثیت رکھتی ہے +

لارنس اسلامی تعلیمات سے باخبر ہے لیکن اُس کا علم نہایت سطحی واقع ہوا ہے اُس کا بیان ہے کہ اسلام کا خدا سرتاسر پیکر قہر و جلال ہے۔ چنانچہ جب اُس نے ایک مرتبہ ایک عرب[1] کو خدا کے رحم و کرم اور اُلفت و محبت کا ذکر کرتے سُنا۔ تو اُسے بے حد تعجب ہوا۔ اُسے ہمیشہ یہ خیال رہا۔ کہ مسلمانوں کے ذہن میں خدا کی وہی صفات ہیں جن کا تعلق اُس کے قہر و جلال سے ہے۔ اور بہت ممکن ہے کہ اسی غلط عقیدہ کے باعث اُس نے اسلام قبول نہ کیا ہو۔ کیونکہ ہر مسیحی کا عقیدہ ہے کہ "خدا محبت ہے"۔ لیکن اس سے ہرگز یہ مراد نہیں۔ کہ لارنس کوئی پابند مذہب مسیحی ہے۔ وہ اس دور

[1] لارنس نے "ریوولٹ ان دی ڈزرٹ" میں یہ واقعہ تفصیل سے بیان کیا ہے +

Marfat.com

کے عام مسیحیوں کی مانند ہے جن کے عقائد پر الحاد غالب آچکا ہے ۔

لارنس کو عربوں کی تاریخ عروج و زوال سے بھی واقفیت ہے ۔ کیونکہ جب اُس نے صحرائے عرب کے مختلف قبائل کو متحد کرکے ترکوں کے خلاف بغاوت پر آمادہ کرنا چاہا ۔ تو اس کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا گیا ۔ کہ عربوں کو اسلاف کے کارنامے سنا کر غیرت دلائی جائے ۔ اور کہا جائے کہ جو قوم اُن پر حکومت کر رہی ہے ۔ وہ اُن پر کسی حیثیت سے تفوّق اور برتری کا دعویٰ نہیں کرسکتی ۔ اُس نے عربوں سے کہا ۔ کہ اے فرزندانِ اسمٰعیل تم میں نبیٔ عربی صلعم پیدا ہوئے ۔ تم قرآن کے مخاطب اوّلین ہو ۔ تم نے مشرق و مغرب کے ظلمتکدوں میں شمع علم روشن کی ۔ تم نے یونانیوں ۔ ایرانیوں ۔ اور مصریوں کے مُردہ علوم کو زندہ کیا ۔ کیا تمہاری غیرت گوارا کرتی ہے ۔ کہ ملحد ترکوں کے حلقہ بگوش[1] رہو ؟

مفاخرت عرب کا امتیازی وصف ہے ۔ اگرچہ اسلام نے جاہلیت کے انداز تفاخر کو مٹا دیا ۔ لیکن مفاخرت کلّی طور پر نہ مٹ سکی ۔ آج بھی عرب جب فخریہ قصاید پڑھتے ہیں ۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے ۔ کہ تلواروں کی بجلیاں کوند رہی ہیں ۔ لارنس عربوں کی اس خصوصیت سے آگاہ تھا ۔ اس لئے اُس نے اس جذبۂ مفاخرت سے فائدہ اُٹھانے کی پوری سعی کی ۔ اور اُن کے مذہبی اور نسلی فخر و ادعا کو حرکت میں لاکر اس بغاوت میں جسے جہادِ حریت سے تعبیر کیا جاتا تھا ۔ شریک ہونے پر آمادہ کر دیا ۔ عودہ ابن ابوطائی ایک صاحب اقتدار شخص تھا ۔ جسے لارنس سے بے حد اُنس تھا ۔ اس اُنس کی وجہ یہی تھی کہ لارنس کی گفتگو ہمیشہ اس کے مذاق کے مطابق

[1] ۔ لاول ٹامس نے اپنی کتاب میں جا بجا لارنس کی ان سرگرمیوں کا ذکر کیا ہے ۔

ہوتی تھی +

معلوم ہوتا ہے کہ لارنس عربوں کے خصائص و عادات اور رسوم سے پوری طرح آگاہ ہے۔ اُس کی یہی خصوصیت عربوں کی شیفتگی اور گرویدگی کا باعث ہوئی وہ عربی نہایت صفائی اور روانی کے ساتھ بول سکتا ہے۔ اور اگرچہ اُس کی زبان میں حجازیوں کی سی فصاحت تو نہیں۔ لیکن کم از کم مخاطب اُس کی باتیں سن کر اس غلط فہمی میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ کہ وہ شامی عرب ہے فیصل نے اُسے اپنے رفقا کے ساتھ ایک شامی عرب کی حیثیت سے روشناس کرایا تھا۔ زبان بہتیرے راز فاش کر دیا کرتی ہے۔ اگر اُسے عربی بولنے پر پوری قدرت نہ ہوتی۔ تو عربوں پر اُس کا افرنجی الاصل ہونا فوراً ظاہر ہو جاتا +

لارنس بغاوت عرب کے زمانہ میں عربی لباس پہنتا رہا۔ لاول ٹامس[ل] نے اُسے پہلی مرتبہ جب عبا اور عقال پہنے ہوئے دیکھا۔ تو اُس نے اسے کوئی عرب شہزادہ سمجھا۔ جنگ عمومی کے خاتمہ کے بعد جب فیصل انگلستان آیا۔ اور ملک معظم نے اُسے قصر بکنگھم میں شرف باریابی بخشا۔ تو لارنس عربی لباس پہنے اُس کے ہمراہ تھا۔ انگلستان کا ایک معتدر مدبر لارنس کو اس لباس میں دیکھ کر بہت ناراض ہوا۔ اور کہا کہ کرنل لارنس تمہیں یہاں اس غیر ملکی لباس میں نہیں آنا چاہئے۔ لارنس نے جواب میں کہا۔ جناب جب ایک شخص کے دو آقا ہوں۔ اور اُسے ان دونوں میں سے ایک کو ناراض کرنا پڑے۔ تو اُسے چاہئے کہ اپنے اُس آقا کو ناراض کرے جو زیادہ طاقتور

[ل] لاول ٹامس جس نے لارنس کے حالات پر سب سے پہلے ایک کتاب لکھی۔ بغاوت کے زمانہ میں عربستان میں رہ کر متحرک تصاویر فراہم کرتا رہا +

ہو۔ میں یہاں اپنے آقا امیر فیصل کے ترجمان کی حیثیت سے آیا ہوں۔ اس لئے میں نے اس کی فوجی وردی پہن رکھی ہے ٭

ذہانت | لارنس نہایت ذہین اور طباع شخص ہے۔ اور اس کا حافظہ نہایت قوی ہے۔ جس زمانہ میں وہ قاہرہ میں تھا۔ ایک مرتبہ اس کے اعلیٰ افسر نے اس سے پوچھا۔ کہ ترکوں کا اکتالیسواں ڈویژن کہاں ہے۔ لارنس نے جواب دیا کہ حلب کے قریب فلاں مقام پر۔ افسر نے پوچھا کیا تم نے اس کے متعلق یادداشت رکھ لی ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ افسر نے درشت لہجے میں پوچھا کیوں؟ لارنس نے کہا یہ تمام تفاصیل میرے ذہن میں محفوظ ہیں ٭

بغاوت عرب کی ساری تاریخ لارنس کی غیر معمولی ذہانت کے واقعات سے مملو ہے۔ جب وہ عربستان میں پہلے پہل وارد ہوا۔ تو اسے بتایا گیا تھا کہ عبداللہ کی بدولت بغاوت بروئے کار آئی ہے۔ اور اس میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ ترکوں کو اس ملک سے نکال دے۔ لیکن اس نے شریف کے چاروں[1] بیٹوں سے یکے بعد دیگرے ملاقات کرنے کے بعد بغاوت کی قیادت کے لئے فیصل کو منتخب کیا۔ واقعات شاہد ہیں کہ اس کا یہ انتخاب صحیح تھا۔ اور فیصل واقعی سیاست فہمی اور تدبیر دانی میں اپنے تمام بھائیوں پر فوقیت رکھتا ہے۔ اسی طرح جنگ سے قبل ہی اس نے آثار و قرائن کی بنا پر یہ رائے قائم کر لی تھی۔ کہ عنقریب ایک عالمگیر جنگ چھڑنے والی ہے ٭

[1] علی حسین کے بعد شاہ حجاز بنا۔ عبداللہ شرق اردن کا امیر بنایا گیا۔ اور لارنس نے فلبی کو اس کا مشیر مقرر کیا۔ فیصل شام کا بادشاہ بنایا گیا۔ اور زید نے اپنے باپ کی رفاقت اختیار کی

لارنس کو قیافہ شناسی میں بھی ملکہ ہے۔ جب وہ مصر میں تھا۔ تو ایک کریہہ منظر شخص کو گرفتار کر کے اُس کے سامنے پیش کیا گیا۔ اُس کا بیان تھا۔ کہ میں شامی ہوں۔ لیکن لارنس نے اُس کے چہرہ پر ایک نظر ڈال کر کہہ دیا "تم جھوٹے ہو۔ تم مصر کے رہنے والے ہو..................." اسی طرح ایک مرتبہ ایک وجیہہ اور خوبرو عرب اُس کے پاس چند اطلاعات لے کر آیا۔ لارنس کے ایک رفیق نے کہا کہ یہ شخص چال ڈھال سے بدوی معلوم ہوتا ہے۔ لارنس نے جواب دیا۔ دراصل یہ شامی عرب ہے لیکن بنی صخر کے زیر حفاظت زندگی بسر کرتا ہے۔ تحقیقات کی گئی تو معلوم ہوا کہ لارنس کا قیاس صحیح تھا۔

عسکری قابلیت لارنس نے اگرچہ کوئی خاص عسکری تربیت حاصل نہیں کی۔ اور اس لئے فیصل اور حسین کے انگریز مشیر اُسے چنداں اہمیت نہیں دیتے تھے۔ لیکن بغاوت کے زمانہ میں اُس نے اپنی عسکری قابلیت کے خوب جوہر دکھائے۔ اُس وقت بڑے بڑے ماہرین فن حرب کی رائے یہ تھی۔ کہ مدینہ کو مرکز ہجوم بنایا جائے لیکن لارنس مدینہ کے ترکی عساکر کو کوئی اہمیت نہیں دیتا تھا۔ آخر زمانہ کو اُس کی اصابت رائے کا اعتراف کرنا پڑا۔ ایک مرتبہ ایک انگریز جرنیل نے جسے اپنی فوجی قابلیت پر بہت ناز تھا۔ اُس سے ازراہ حقارت کہا۔ کہ تم ہم سے ہمسری کی جرأت نہیں کر سکتے۔ لارنس نے جواب دیا۔ کہ اگر فوج کا ایک دستہ تمہارے پاس ہو اور ایک میرے پاس۔ اور ہم دونوں کو آپس میں لڑنے کا حکم دیا جائے تو میں جانتا ہوں کہ میدان کس کے ہاتھ رہیگا۔ اگرچہ لارنس نے باقاعدہ فنون حرب کی تعلیم نہیں پائی تھی۔ لیکن وہ عہد حاضر کے تمام نامور جرنیلوں کے کارناموں کا مطالعہ کرچکا

ہے۔ اور اس فن کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جو اُس کی نگاہ سے مخفی رہ گیا ہو مزید براں عرب قبائل کی جنگ کا طریقہ نرالا ہے۔ اُن سے لارنس ہی کام لے سکتا تھا۔ شاید دورِ حاضر کا کوئی بڑے سے بڑا جرنیل بھی یہ جرأت نہیں کر سکتا۔ کہ صحرائے عرب میں لارنس کے ساتھ پیکار آزما ہو سکے۔ اس عہد میں مارشل فوش کو بہت بڑا ماہر فن حرب کہا جاتا ہے۔ جنگ عمومی کے بعد جب لارنس بوڑھے سپہ سالار سے پیرس میں ملا۔ تو اُس نے کہا کہ مجھے اندیشہ ہے۔ کہ شام میں عنقریب فرانسیسوں اور عربوں کے درمیان ہنگامہ کارزار گرم ہونے والا ہے۔ کیا تم عرب عساکر کی قیادت کرو گے؟ لارنس نے جواب دیا کہ اگر آپ بنفسِ نفیس فرانسیسی فوجوں کی کمان کریں تو میں بھی عربوں کی قیادت کر کے اس معرکہ سے لطف اندوز ہونگا۔ مارشل فوش نے کہا۔ میں تم سے مقابلہ کر کے اپنی اُس شہرت پر پانی نہیں پھیرنا چاہتا۔ جو میں نے مغربی محاذِ جنگ کے معرکوں میں حاصل کی ہے۔

ایک کامیاب جرنیل کے لئے ضروری ہے کہ وہ غنیم کی نقل و حرکت سے پوری آگاہی رکھتا ہو۔ اس معاملہ میں کوئی قابل سے قابل جرنیل بھی لارنس کا حریف نہیں ہو سکتا۔ جب وہ مصر میں تھا تو اُس کے سپرد یہ خدمت تھی کہ ترک عساکر کے متعلق صحیح معلومات فراہم کرے۔ چنانچہ اُسے معلوم تھا کہ فلاں ڈویژن فلاں مقام پر ہے اور فلاں ڈویژن فلاں مقام پر۔ اور تو اور چھوٹے چھوٹے دستوں کی نقل و حرکت کے متعلق وہ معلومات فراہم کر لیتا تھا۔ اور کوئی جزئی سے جزئی واقعہ ایسا نہیں تھا۔ جو اُس کے دائرۂ نظر سے باہر رہ گیا ہو۔ ایک مرتبہ قاہرہ میں دو جرنیل ترک عساکر کی نقل و حرکت کے متعلق گفتگو کر رہے تھے۔ ایک نے کہا فلاں ڈویژن فلاں

مقام پر پہنچ گیا ہوگا۔ لارنس پاس ہی کھڑا سنتا تھا۔ اس نے قطع کلام کرکے کہا۔ نہیں صاحب یہ قطعاً غلط ہے۔ راستے خراب ہیں۔ ذرائع رسل ورسائل محدود۔ اس ڈویژن کا جرنیل نہایت سست اور کاہل انسان ہے۔

ترک فوج کے متعلق جو اس نے یادداشتیں مرتب کیں۔ وہ جامعیت کے اعتبار سے اپنی نظیر آپ ہیں۔ مثلاً اگر وہ کسی ترک دستہ کے متعلق یادداشت سپرد قلم کرتا تھا۔ تو اس کے افسر کے ذاتی حالات تک ضبط تحریر میں لے آتا تھا۔ اس کی یادداشت کا انداز یہ ہوتا تھا۔

جنرل عبدالمحمود ڈویژن نمبر ـــــ کا کمانڈنگ افسر نسلاً البانی ہے۔ ـــــ اسے تپ دق کا مرض ہے۔ نہایت قابل افسر ہے۔ توپ اور بندوق کی لڑائی میں اسے مہارت حاصل ہے۔ لیکن اخلاقی حالت نہایت پست ہے۔ رشوت لینے میں اسے کوئی دریغ نہیں"۔

دوسرے افسر ان یادداشتوں کو غیر ضروری سمجھتے تھے لیکن درحقیقت ان سے انگریزوں کو بہت مدد ملی۔ اور انہوں نے اس قسم کے تمام ترک افسروں کو رشوت دے کر اپنے ساتھ ملا لیا۔

یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ اگر لارنس نہ ہوتا۔ تو بغاوت عرب کبھی کامیاب نہ ہوتی۔ اور آج مشرق کا نقشہ بالکل مختلف نظر آتا۔ جنگ عظیم میں انگریزوں کی کامیابی کے دو بڑے اسباب تھے۔ مغرب میں انہیں ریاستہائے متحدہ امریکہ کی اعانت کے باعث کامیابی ہوئی اور مشرق میں ان کی فتح کا راز بغاوت عرب میں مضمر ہے۔ یوں کہنا چاہیے کہ مشرق میں اتحادیوں نے تنہا لارنس کی بدولت ترکوں کے ممالک

محروسہ پر قبضہ کر لیا ۔

یہ کہنا مشکل ہے۔ کہ لارنس کو بغاوت عرب میں حصہ لینے اور ترکوں کو عربوں کے خلاف برانگیختہ کرنے کا خیال کیونکر پیدا ہوا۔ لارنس سے پہلے واٹمس نام ایک جرمن جاسوس نے جنوبی ایران کے قبائل کو حکومت ایران کے خلاف برانگیختہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ اُس کا مقصد یہ تھا۔ کہ ایران میں انگریزوں کے اقتدار کو شکست دی جائے۔ بہت ممکن ہے کہ لارنس نے واٹمس کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کی ہو ۔

لارنس نہایت محنتی اور جفاکش شخص ہے۔ صحرائے عرب میں جہاں منزلوں ریت کے تودوں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ اور باد سموم کے جھونکے دو قدم چلنا بھی ناممکن کر دیتے ہیں۔ بغاوت کو کامیاب بنانا لارنس کا ہی کام تھا۔ عقبہ پر حملہ کرنے سے پیشتر وہ کئی دن تک جلتی ریت پر ننگے پاؤں دوڑتا رہا۔ عقبہ کے طویل سفر میں عودہ ابن ابی طائی جیسے جفاکش لوگ جو صحرا کی آب و ہوا کے عادی تھے مضمحل دکھائی دیتے تھے۔ لیکن لارنس اسی طرح چاق و چوبند تھا ۔

شجاعت لارنس کی شجاعت۔ بے خوفی اور مردانگی کے متعلق کئی حکایتیں مشہور ہیں۔ ایک مرتبہ قبیلۂ فیض کے چند شہسواروں نے اُس پر حملہ کیا۔ اُس وقت لارنس کے ہمراہ صرف ایک شخص تھا۔ لارنس نے انہیں آتے دیکھ کر ایک قہقہہ لگایا۔ حملہ آوروں کو اُس کے اطمینان خاطر نے متحیر کر دیا۔ اور انہوں نے سمجھا۔ کہ اس کے ہمراہ کوئی بہت بڑی جمعیت ہے۔ ۔۔۔ ابھی اسی تحیر میں تھے کہ لارنس موقع پا کر نکل گیا ۔

Marfat.com

لارنس کے خصائص سیرت میں اُس کا ذوق تخریب و ہلاکت بہت نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ تسخیر عقبہ کے بعد اُس کی زندگی یک بیک بیجا ہنگامہ خیز بن جاتی ہے۔ اور وہ لوگوں کو ہلاکت کی دعوت عام دیتا نظر آتا ہے۔ شام کی مہم میں اُس نے ترک عورتوں اور بچوں کی جان لینے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ اُس کے سفاکانہ اعمال کے مطالعہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ کائنات کی ساری درندگی ایک وجود میں جمع ہو گئی ہے۔ اور دنیا کی تمام سلبی قوتوں نے ایک انسانی پیکر میں پناہ لے لی ہے۔ چنانچہ اُس نے ایک موقع پر اپنے ایک دوست سے کہا تھا:۔

"میرے نزدیک وہ منظر نہایت پُراثر اور دلاویز تھا۔ جبکہ ایک گاڑی جو ترک سپاہیوں سے بھری ہوئی تھی۔ ڈائنامیٹ کے زور سے بالائے ہوا جا پہنچی"۔

لیکن بعض اوقات ابنائے جنس کے مصائب پر اُس کا دل پگھل جاتا ہے۔ شام میں فرانسیسی وحشیوں نے جو مظالم برپا کئے۔ اُن کی روداد سن کر لارنس کو بیحد قلق ہوا۔ انہیں دنوں فرانس کے ایک کتب فروش نے اُسے لکھا کہ میں آپ کی کتاب "ریوولٹ ان دی ڈزرٹ" کا فرانسیسی ترجمہ شایع کرنا چاہتا ہوں۔ لارنس نے جواب دیا کہ میں اس شرط پر یہ اجازت دے سکتا ہوں کہ کتاب کے صفحہ اوّل پر یہ الفاظ تحریر کئے جائیں۔ کہ اس کتاب سے جس قدر روپیہ حاصل ہوگا اُس سے اُن شامیوں کی اعانت کی جائے گی جن پر فرانسیسیوں نے ستم توڑے ہیں +

جن دنوں وہ وادی فرات میں ہوگرتھ کے ساتھ تھا۔ ایک جرمن انجنیر نے کسی عرب مزدور کو کوڑے سے پیٹا۔ لارنس کو معلوم ہوا تو اُس نے جرمن انجنیر سے اس حرکت

آج اُس کا نام بھی اُنہیں لوگوں کی فہرست میں ہوتا جنہوں نے صلہ کی تمنا میں شہرت اور عزت کی اُمید پر خدمات کیں۔ اور اگرچہ یہ تمنا پوری ہوگئی۔ لیکن اُنہیں کوئی حقیقی عظمت حاصل نہیں ہوسکی +

لارنس کا مقابلہ لارڈ کرزن سے کیجئے۔ جس کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ اُسے انگلستان کا وزیراعظم بنا دیا جائے۔ اس کی یہ آرزو پوری نہ ہوئی۔ اور اس ناکامی نے اُس کی زندگی تلخ کر دی۔ لارڈ کرزن کی خدمات سے کسے انکار ہوسکتا ہے۔ اُس کا شمار برطانیہ کے اُن محسنوں میں ہے۔ جنہوں نے اپنی ساری عمر اپنے وطن کو سربلند دیکھنے کی کوشش میں صرف کر دی۔ اور بظاہر لارنس کو جو برطانی فوج کا ایک معمولی کرنل ہے اُس سے کوئی نسبت نہیں ہوسکتی۔ لیکن سچ پوچھئے تو لارنس کی عظمت حقیقی عظمت ہے۔ لارڈ کرزن کی جلالت قدر، اُس کی عظمت کے سامنے ہیچ نظر آتی ہے +

آج لارنس تمام اعزازات سے قطع نظر کرکے دنیا کے کسی نامعلوم گوشہ میں اپنے ملک کی خدمات انجام دے رہا ہے۔ لیکن سارا مغرب اُس کے کارناموں سے گونج رہا ہے۔ لارنس کے مداحوں کے زمرہ میں ہیں مسٹر لائڈ جارج۔ لارڈ کرزن آنجہانی۔ لارڈ ایلنبی جیسے بلند پایہ مدبرین اور برنارڈ شا اور ٹامس ہارڈی

ا؎ مشہور سیاح عورت مس گرٹروڈ بیل لارنس کی بیحد معترف ہے۔ اُس نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ لارنس کانٹوں کو چھوتا ہے تو وہ پھول بن جاتے ہیں +

۲؎ مسٹر جارج برنارڈ شا سے لارنس کے بہت گہرے تعلقات ہیں۔ شاید انہیں تعلقات کی بناپر وہ لارنس کے بجائے "شا" کہلانا پسند کرتا ہے +

جیسے ادبا و شعرا کے نام نظر آتے ہیں۔ انگلستان کے ایک مشہور مدبر کا بیان ہے کہ برطانی مجلس وزارت میں جب شام فلسطین اور حجاز کا مسئلہ پیش ہوا۔ تو لارڈ کرزن نے ایک نہایت فصیح و بلیغ تقریر میں لارنس کا تعارف کرایا۔ اور اُس کے کارناموں کی بے حد مدح و ستایش کی۔ جب تقریر ختم ہوئی تو اُس نے لارنس کی جانب رُخ کر کے کہا "کیا آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں" لارنس نے صرف اس قدر کہا "آپ لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ کہ آپ نے ہمیں کتنی بڑی مصیبت میں مبتلا کر دیا ہے" لارنس نے بمشکل یہ الفاظ کہے تھے کہ لارڈ کرزن کی آنکھوں سے آنسوؤں کا دھارا بہہ نکلا۔

غرضکہ لارنس کی سیرت کے اس دُھندلے سے خاکہ سے آپ کو معلوم ہوگا کہ اُس میں گوناگوں صفات جمع ہیں۔ وہ ایک نکتہ رس شاعر بھی ہے۔ اور بالغ نظر فلسفی بھی۔ وہ ایک صائب الرائے مدبر بھی ہے۔ اور ایک شجاع جرنیل بھی۔ وہ چنگیز اور ہلاکو کی طرح ہلاکت و خونریزی کا بھی دلدادہ ہے۔ اور گلیڈ اسٹون کی طرح مہمات ملکی کی گتھیاں بھی سُلجھا سکتا ہے۔ کبھی وہ وادیٔ فرات میں ایک مٹے ہوئے تمدن کے آثار باقیہ کی تحقیق میں مصروف نظر آتا ہے۔ اور کبھی ایک عرب عورت کے لباس میں عمان کے استحکامات کا معائنہ کرتا دکھائی دیتا ہے۔ کبھی ہم اُسے عرب قبائل میں مصروف وعظ دیکھتے ہیں۔ اور کبھی حملہ و ہجوم کی تدابیر سوچنے میں مشغول پاتے ہیں۔ اُس کے ان عجیب و غریب خصائص کا مطالعہ کر کے ایک اہلِ نظر نے کہا تھا:۔

"میں انکار کرتا ہوں۔ کہ لارنس درحقیقت کوئی انسان ہے۔ لارنس

Marfat.com

دراصل برطانیہ کی خارجہ حکمت عملی کا دوسرا نام ہے جس میں دانش و تدبر اور علم و نظر کی جاذبیت کے ساتھ تخریب و ہلاکت جبر و تشدد اور قہر و جلال کی ہولناکی شامل ہے ؛

ختم شد

Marfat.com

پُراسرار ناول

بم کا نسخہ۔ مترجمہ قاضی محمد عدیل صاحب عباسی ایم۔ اے۔ ایل ایل بی (علیگ) سابق ایڈیٹر روزنامہ "زمیندار" لاہور۔ اس ناول میں جنگ یورپ کی سیاسیات۔ حب الوطنی اور سراغرسانی کی ایک ہوشربا داستان پیش کی گئی ہے۔ قومی مقصد کو واضح کرنے کے لئے مصنف نے ایک بم کے نسخہ کی پُراسرار کہانی لکھی ہے۔ جو لندن کے ایک ہوٹل سے گم ہوتا ہے۔ اور مختلف ممالک کے سراغرساں اسے حاصل کرنے کے لئے جان توڑ کر کوشش کرتے ہیں۔ اس نسخہ کے حاصل کرنے کے لئے انگلستان کے سراغرساں نوشستر کے محیر العقول کارنامے۔ امریکن سراغرساں لڑکی مس ہیلا کی مستعدی۔ دلیری اور حیرت انگیز قوت ارادی۔ جاپان کے شہزادہ نکاسٹی کی ہوشیاری۔ چالاکی۔ اور ایک ادنےٰ ملازم کے بہروپ میں وطنی خدمات کی انجام دہی۔ فرانس کی سراغرساں مس سونیا کی ایک ناچنے گانے والی عورت کے بھیس میں خفیہ خبررسانی۔ نسخہ کے موجد گرہیم کی دل ہلا دینے والی سرگذشت اور اس کا حشر۔ جرمنی کے کروڑپتی سراغرساں فشر کی جاسوسی اور خطرناک سازشیں۔ جرمن تاجروں کی ایک خفیہ انجمن کے کارنامے۔ اور نسخہ کا انجام نہایت خوبی سے لکھا گیا ہے۔ سرورق رنگین۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ عمدہ سفید۔ صفحات ۱۴۴ مجلد عہ/

خون کی پیاس — یہ ایک حیرت انگیز دماغ رکھنے والے مجرم کی داستان ہے۔ جس کے خون کی پیاس جب ایک مرتبہ بھڑک اٹھتی تھی۔ تو بچہ بوڑھا کوئی اس کے ہاتھ سے محفوظ نہ رہ سکتا اور اس کے جرم کے طریقے حیرت انگیز سراغرسانوں کو دیوانہ بنا دینے

Marfat.com

دالے تھے۔ ایک شخص جس کو قتل ہوتے دیکھا گیا۔ اور جس کا دھڑ صبح کے وقت مکان سے نکالا گیا تھا۔ اُس نے دوپہر کو ایک کثیر رقم کا چیک بنک سے بھنایا۔ ایک شخص جو رات بھر اپنے مکان میں رہا۔ اور صبح کو وہاں سے رخصت ہُوا۔ اس کے جانے کے بعد الماری میں سے اس کا کٹا ہوا سر نکلا جس کے متعلق ڈاکٹروں نے رائے دی کہ دو روز پہلے بدن سے الگ کیا گیا ہے۔ دنیا کا یہ بے مثال مجرم اس طرح جرم کرتا تھا کہ کوئی یہ سمجھ ہی نہیں سکتا۔ کہ اس کا گرفتار ہونا بھی کسی طریق سے ممکن ہے۔ لیکن آخر کار ایک ہوشیار سراغرساں نے جس کا دماغ مجرم کے دماغ سے بھی زیادہ تیز تھا۔ اس کو بے حد مشکلات کے بعد قانون کے شکنجہ میں جکڑ لیا + ۲۶۰ صفحے۔ قیمت عہ

بدنصیب ۔ ایک خوفناک مجرم کی حیرت انگیز داستان۔ جسے قید و بند کے مصائب راہ راست پر نہ لا سکے۔ مگر ایک پارسا کی مروت نے ایسا بے بس کیا۔ کہ اس کی تمام زندگی ایک معصوم مگر بدقسمت لڑکی کی نگہداشت میں صرف ہوگئی۔ اور صرف اس کی حفاظت کی خاطر مجنون بن کر اسے قانون اور سراغرسانوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے مجبور کرتی رہی۔ بے انتہا دلچسپ پُراسرار اور معرکہ خیز ۔۔۴ صفحے۔ قیمت صرف عہ

مغرب کے شہرہ آفاق افسانہ نویس۔ آر۔ ایل اسٹونسن کی مایہ ناز تصنیف "آجکل کی الف لیلہ" کا ترجمہ جناب سالک مدیر انقلاب کے قلم سے۔ اس سلسلے کی تین کتابیں ہیں۔

خودکشی کی انجمن۔ ایک پُراسرار انجمن کی سنسنی پیدا کرنے والی کہانی جسے ایک جرائم پیشہ شخص نے اس غرض سے بنا رکھا تھا۔ کہ دنیا کے مایوس اور کم ہمت لوگوں سے روپیہ وصول کرکے ان کے لئے خودکشی کے مواقع بہم پہنچایا کرے۔ بوہیمیا کا شہزادہ فلورزیل

اس کا ممبر بن گیا۔ اور موت سے بال بال بچ کر اس نے اس ناپاک محفل کا خاتمہ کر دیا عہ

۲۔ راجہ کا ہیرا۔ ایک ہیرا جو مشرق سے مغرب میں پہنچا۔ وہاں جس کسی کے ہاتھ میں جاتا۔ اس پر مصائب کا طوفان لے آتا تھا۔ کئی حریص اس ہیرے کی تاک میں تھے اور اسے عجیب وغریب ترکیبوں سے اُڑا لیتے تھے۔ مگر وہ کسی کے پاس زیادہ دیر نہ رہنے پاتا تھا۔ آخر مختلف لوگوں کے ہاتھوں میں ہوتا ہوا وہ بوہیمیا کے شہزادہ فلورزیل کے ہاتھ لگا۔ اور اس نے ہمیشہ کے لئے اس کا قصہ ختم کر دیا۔ بے حد عجیب وغریب اور پراسرار واقعات۔ کہیں کہیں مذاق کے چھینٹے اور بے حد دلفریب انداز بیان عہ

۳۔ قصر ساحل۔ خوفناک جنگلوں کی تاریکی میں ایک قصر تھا۔ جو مدت سے ویران پڑا تھا۔ ایک رات اس کے دریچوں میں روشنیاں حرکت کرتی ہوئی نظر آئیں۔ اور اس ویرانے میں سنسنی پیدا کرنے والے واقعات کا ایک حیرت انگیز سلسلہ شروع ہو گیا۔ حسن وعشق اور نفرت وانتقام کے جذبات کیسی کیسی عجیب صورتیں اختیار کر لیتے ہیں۔ اگر یہ دیکھنا ہو۔ تو اس ویران قصر کی پُراسرار داستان پڑھئے عہ

سعید و فلپانہ۔ اسلامی شجاعت۔ تہوّر اور بہادری کا سچا تاریخی افسانہ۔ عربوں کی دلیرانہ اور فاتحانہ زندگی کا مرقع۔ غازیان اسلام کا جوشِ جہاد۔ شام کی فتح اور عیسائی قلعوں پر اسلامی پرچم لہرانے کے مناظر۔ حسن وعشق کی چاشنی۔ ایک پادری کی لڑکی فلپانہ اور مسلمان سپہ سالار سعید کی باہمی محبت کی داستان۔ تصویردار قیمت عہ

آستانہ کی حُور۔ جنگ عظیم کے پرآشوب زمانے میں ترک قوم کی شجاعت و دلیری۔ ایثار و قربانی اور حور وش سعیدہ اور عارف بے کے عشق ومحبت کا افسانہ۔ نوجوان ترکوں کے لئے وہ وقت بے حد نازک تھا۔ جبکہ ایک طرف ترک فوجیں میدان جنگ میں اپنے دشمنوں

Marfat.com

محمد وباقر مجددی ذخیرہ

سے بربیکار ... اور دوسری طرف غداران قوم جن میں داماد فرید پاشا پیش پیش تھا، اتحادیوں
سے قسطنطنیہ ان کے حوالے کر دینے کی سازباز کر رہے تھے۔ اور انجمن "اتحاد و ترقی" کے سرکردہ
افراد کو جن میں انور، طلعت، جمال اور مصطفےٰ کمال جیسے محب وطن شامل تھے۔ قید و بند اور جلاوطنی
کی سزائیں دی جا رہی تھیں ان شیفتگان وطن نے اناطولیہ کی صحرائی وسعتوں سے اٹھ کر داماد فرید
اس کے ہم خیالوں اور خود سلطان المعظم کے وطن فروشانہ منصوبوں کو کس طرح خاک میں ملایا
جنگ ترکی و یونان میں وہ کس طرح فتحمند ہوئے۔ اور انہوں نے کیونکر اقتدار حاصل کر کے
شہنشاہیت کو جمہوری طریقہ حکومت میں تبدیل کیا۔ یہ سب کچھ اس ناول کے مطالعہ سے
معلوم ہوگا۔ جو نہایت دلچسپ اور دلنشین انداز میں لکھا گیا ہے سرورق ایک نازنین کے فوٹو سے
مزین ہے۔ لکھائی چھپائی بہت اچھی۔ کاغذ سفید ۴۰۰ صفحات مجلد قیمت عہ بغیر جلد قیمت عہ

تین ترک جاسوس - یعنی انقلاب ترکی اور جنگ ترکی کی پراسرار کہانی اسباب حکومت
انگلستان ... دنیا کی مثل ہے۔ کہ اگر پردے کے سامنے کا نظارہ عجیب ہے۔ تو حالات پس پردہ
عجیب تر ہوں گے۔ چنانچہ "تین ترک جاسوس" میں ان خفیہ سانحات کا انکشاف کیا گیا ہے۔ جو
اب تک دنیا کی نظروں سے اوجھل رہے ہیں۔ ملک عبدالقیوم سابق لکچرار یونیورسٹی آف لنڈن
اڈیٹر مسلم اسٹنڈرڈ لنڈن کو اپنی سیاحت ترکی کے دوران میں ان ہوشربا رازوں کا علم
ہوا جنہیں سیاسی مصلحتوں کی بنا پر ہنوز پردہ اخفا میں رکھا گیا تھا۔ اور موصوف نے ہندوستان
آکر انہیں شائع کر دیا۔ صفحات ۲۷۲ قیمت ۱۰

ملنے کا پتہ

مینیجر اردو کتب خانہ ۵ بشیر بلڈنگ برکت علی محمڈن ہال لاہور

Marfat.com

Marfat.com

بم کا نسخہ

جنگ عظیم میں دول متحدہ اور حکومت جرمنی کے اندرونی سیاسی راز تمام بیرونی دنیا کے لئے ایک گورکھ دھندا سا بنے رہے ہیں۔ اور اب تک کوئی نہیں جانتا۔ کہ قلعہ شکن توپوں اور ہلاکت آفرین گولوں کے علاوہ تدبر۔ حب الوطنی اور قوم پرستی کی ناقابل تسخیر قوتیں ٹڈی دل بری سپاہ اور عظیم الشان بحری اور ہوائی بیڑوں کے مقابلے میں کہاں تک کامیاب رہیں۔

اس جنگ میں انگلستان۔ فرانس۔ امریکہ۔ جاپان اور جرمنی کے خفیہ سراغ رساں نوجوان مردوں اور عورتوں نے جان جوکھوں میں ڈال کر جو کارہائے نمایاں کئے۔ اس فسانہ میں انہیں نہایت زوردار پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ جو لوگ خدمت قوم اور شیفتگی وطن کے مقاصد اعلیٰ لے کر میدان عمل میں آئیں۔ ان کے قلوب میں ایک سرفروشانہ جذبۂ وطن کے باوجود ہمت و جرأت۔ ہوشیاری اور استقلال کی کیسی حیرت انگیز قوت موجود ہونی چاہئے۔ اور جو لوگ اپنے جذبۂ اشتعال کی وجہ سے احتیاط اور ہوشیاری کا دامن ترک کر دیں انہیں ناکامی و نامرادی کی ذلت سے کس طرح دوچار ہونا پڑتا ہے۔ ۸عہ

ملنے کا پتہ :- اردو کتب خانہ۔ لاہور

مرکنٹائل پریس لاہور میں باہتمام تہور علی خاں پرنٹر و پبلشر نے چھپوا کر شائع کی۔

Marfat.com